"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"

اگست ۱۹۸۴ء

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

ماھنامہ ربوہ

خالد

ظہور ۱۳۶۳ ہش — اگست ۱۹۸۴ء
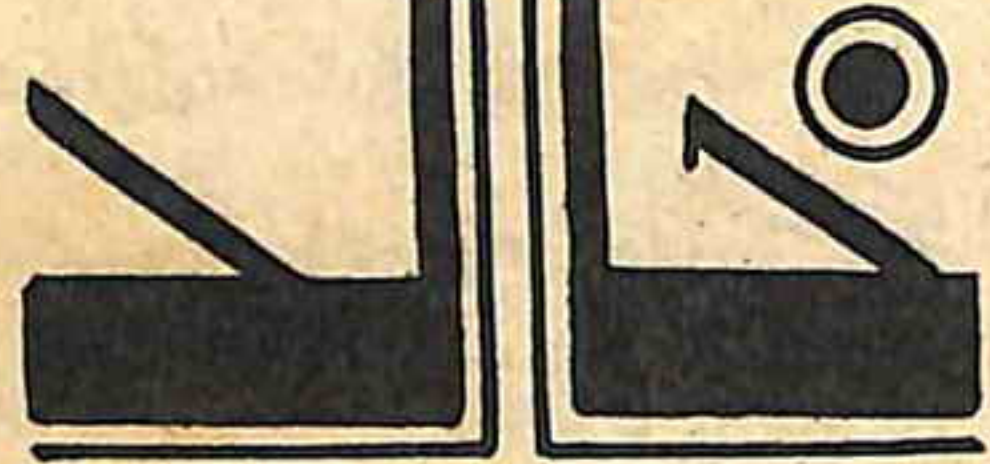
مدیر:- منیر احمد جاوید

نائب مدیر:- عبد السمیع خاں

معاونین:- محمود احمد شاد، محمد عثمان، مشہود احمد

اس شمارہ میں

جلد ۳۱ .... شمارہ ۱۰

قیمت سالانہ: ۲۵ روپے

ماھانہ: ۲ روپے ۵۰ پیسے

پبلشر: مبارک احمد خالد — پرنٹر: سید عبدالحی — مطبع: ضیاء الاسلام ربوہ

مقامِ اشاعت: دفتر ماہنامہ خالد دار الصدر جنوبی ربوہ — رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۸۳۰

کتابت: حمید الدین۔ ناصر آباد۔ ربوہ

اداریہ

مال و دولت خدا کی دین ہیں۔ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ لیکن بڑے ہی خوش قسمت ہیں وہ انسان جن کا مال خدا کی راہ میں خرچ ہو اور اس راہ میں وہ اپنا سب کچھ دے کر بھی یہی سمجھیں کہ اللہ جانے ہم حق خدمت ادا کر سکے ہیں یا نہیں بلکہ انہیں تو یہ دھڑکا لگا رہتا ہے کہ نہ معلوم قبولِ درگاہِ مبارک ہوتا ہے یا رَدّ کر دیا جاتا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ یہ خدمت تو دراصل ان کے اپنے ہی بھلے اور فائدہ کے لئے ہے۔ خدا اور اُس کا رسول تو ان کے اموال کے محتاج نہیں ہیں۔ چنانچہ ایسے لوگوں پر ہمیشہ خدا کی محبّت اور اُس کے پیار کی نظریں پڑا کرتی ہیں اور انہیں اور اُن کی نسلوں کو ابدی ترقیات سے نوازا جاتا ہے۔ ان کے نیک ذکر کے ذریعہ ان کی عمروں کو لمبے زمانہ تک پھیلا دیا جاتا ہے۔ ان کے گھروں میں کبھی فاقے نہیں آئے۔ خدا کی راہ میں دئے ہوئے اموال کبھی کسی کمی اور محرومی کا سبب نہیں بنے بلکہ ہمیشہ ان کے اموال میں برکت ہی برکت دی جاتی ہے۔

ہمارے اسلاف کی تاریخ ان قربانیوں کے ذکر سے بھری پڑی ہے۔ مالی قربانیوں کی تحریک ہوتی ہے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گھر کا سارا اثاثہ لاکر حضور ؐ کے قدموں میں ڈھیر کر دیتے ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نصف راہِ مولیٰ میں دینے کے لئے پیش کر دیتے ہیں اور حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی قربانی عجیب شان رکھتی ہے کہ جیسے ہی لَن تَنَالُوا البِرَّ حَتّٰی تُنفِقُوا کی آیت سُنی فوراً اپنی سب سے قیمتی دولت کو خدا اور اس کے رسول کی خدمت میں پیش کر دیا۔

صحابیات کی قربانیوں کے تذکرہ سے تو دل جھوم جھوم اُٹھتا ہے جو دین کی خاطر اپنے اموال پیش کرنے میں ہمیشہ مردوں کے دوش بدوش قدم بڑھاتی رہیں۔ انہوں نے خدا کی آواز پر کان دھرتے ہوئے اپنے کانوں کی بالیاں، ماتھے کے جھومر، ہاتھوں کے کنگن، اُنگلیوں کے چھلّے اور مُندریاں تک راہِ مولیٰ میں دینے سے کبھی دریغ نہیں کیا۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک عید کے موقع پر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو خدا کی راہ میں مالی قربانی پیش کرنے کی تحریک فرمائی تو عورتیں جھٹ اپنے زیور اُتار اُتار کر حضور ؐ کے ساتھ کھڑے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی چادر کے دامن میں پھینکنے لگیں اور حضرت اُمِ سلیم ؓ کی قربانی کے کیا ہی کہنے کہ اپنا نخلستان خاص حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ حضرت اسماء ؓ کے پاس ایک ہی لونڈی تھی آپ نے اسے فروخت کیا اور روپیہ گود میں لیکر بیٹھی تھیں کہ اِسی حالت میں ان کے شوہر حضرت زبیر ؓ آئے اور کہا کہ یہ روپیہ مجھے دے دو۔ بولیں یہ تو میں اللہ کی راہ میں دے چکی۔ اور کیا ہی پیارا مالی قربانی کا یہ واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ حضور ؐ کی خدمت میں ایک صحابیہ ؓ اپنی لڑکی کو لیکر حاضر ہوئیں۔ لڑکی کے ہاتھ میں سونے کے موٹے موٹے کنگن تھے آپ ؐ نے ان کو دیکھ کر فرمایا کیا تم اس کی زکوٰۃ دیتی ہو؟ بولیں۔ نہیں۔ فرمایا کیا تمہیں یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ خدا قیامت کے دن اس کے بدلے اس کے ہاتھ میں آگ کے کنگن پہنائے۔ انہوں نے یہ سُنا تو فوراً کنگن آپ ؐ کے سامنے ڈال دئے کہ خدا اور خدا کے رسول ؐ کے ہیں۔

آج اسلاف کی ایسی ہی درخشندہ روایات کو تابندہ کرنے کا وقت ہے۔ ان حسین قربانیوں کے (باقی صہ ۱۶ پر)

علم و عمل

انفاق فی سبیل اللہ — ایک نفع مند سودا

آیاتِ قرآنیہ

- اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ ؕ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَیْہِ حَقًّا فِی التَّوْرٰىۃِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰی بِعَھْدِہٖ مِنَ اللّٰہِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِکُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِہٖ ؕ وَذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝ (التوبہ: ۱۱۱)

اللہ نے مومنوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو (اس وعدہ کے ساتھ) خرید لیا ہے کہ ان کو جنّت ملے گی (کیونکہ) وہ اللہ کے راستہ میں لڑتے ہیں پس (یا تو وہ) اپنے دشمنوں کو مار لیتے ہیں یا خود مارے جاتے ہیں یہ ایک ایسا وعدہ ہے جو اس پر لازم ہے (اور) تورات اور انجیل (میں بھی بیان کیا گیا ہے) اور قرآن میں (بھی) اور اللہ سے زیادہ اپنے وعدہ کو پورا کرنے والا کون ہے پس (اے مومنو!) اپنے اس سودے پر خوش ہو جاؤ جو تم نے کیا ہے اور یہی وہ بڑی کامیابی ہے (جس کا مومنوں کو وعدہ دیا گیا ہے)۔

- وَمَا لَکُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلِلّٰہِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَۃً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ؕ وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی ؕ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۝ (الحدید: ۱۱)

اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کے راستہ میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ آسمان اور زمین کی میراث اللہ ہی کی ہے۔ اے مومنو! فتح سے پہلے جس نے خدا کی راہ میں خرچ کیا اور اس کی راہ میں جنگ کی وہ اس کے برابر نہیں ہو سکتا جس نے فتح کے بعد خرچ کیا اور فتح کے بعد جنگ کی۔ فتح سے پہلے خرچ کرنے والے اور جنگ کرنے والے درجہ میں بہت زیادہ

ہیں اور اللہ نے دونوں قسم کے لوگوں سے نیکی کا وعدہ کیا ہے اور اللہ تمہارے اعمال سے خوب اچھی طرح واقف ہے۔

- یَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ ۵ؕ قُلِ الْعَفْوَ ؕ　(البقرہ : ۲۲۰)

اور وہ (لوگ) تجھ سے (یہ بھی) پوچھتے ہیں کہ وہ (یعنی سائل) کیا خرچ کریں؟ تُو کہہ دے کہ جتنا تکلیف میں نہ ڈالے۔

احادیثِ نبویہ

حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

- قَالَ اللّٰہُ اَنْفِقْ یَا ابْنَ اٰدَمَ اُنْفِقْ عَلَیْکَ　(بخاری۔ کتاب الزکوٰۃ)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابنِ آدم تُو (میری راہ میں) خرچ کر میں تجھ پر خرچ کروں گا۔

- اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَۃٍ　(بخاری۔ کتاب الزکوٰۃ)

صدقہ دے کر آگ سے بچو خواہ آدھی کھجور خرچ کرنے کی ہی استطاعت ہو۔

- ہر صبح دو فرشتے اُترتے ہیں ان میں سے ایک کہتا ہے۔ اے اللہ خرچ کرنے والے سخی کو اَور دے اور اس کے نقشِ قدم پر چلنے والے پیدا کر۔ دوسرا کہتا ہے اے اللہ مال خرچ نہ کرنے والے کنجوس کو ہلاک کر اور اس کا مال ومتاع برباد کر۔　(بخاری۔ کتاب الزکوٰۃ)

حضورؐ نے فرمایا:-

- اگر مجھے اُحد پہاڑ کے برابر سونا مل جائے تو میں یہ پسند نہیں کروں گا کہ اس مال پر تین دن گزر جائیں اور میرے پاس اس میں سے کچھ بھی باقی بچ جائے (یعنی سارے کا سارا مال خدا کی راہ میں خرچ کروں اور کچھ بھی اپنے پاس باقی نہ رہنے دوں) سوائے اس تھوڑے سے مال کے جو قرض کی ادائیگی کے لئے بچانا ضروری ہو۔　(بخاری۔ کتاب الاستقراض)

ارشادات حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ

سیدنا حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:-

- "عزیزو! یہ دین کے لئے اور دین کی اغراض کے لئے خدمت کا وقت ہے اس وقت کو غنیمت سمجھو کہ پھر کبھی ہاتھ نہیں آئے گا۔"　(کشتیٔ نوح ص۳۷)

(بقیہ ص۶ پر ملاحظہ فرمائیں)

درس الحدیث

جو بات دل میں کھٹکے اُس سے اجتناب کرو

(از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے نور اللہ مرقدہٗ)

عَنْ وَابِصَةَ بْنِ مَعْبَدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَفْتِ نَفْسَكَ۔ اِسْتَفْتِ نَفْسَكَ۔ اِسْتَفْتِ نَفْسَكَ۔ اَلْبِرُّ مَا اطْمَأَنَّتْ اِلَيْهِ النَّفْسُ وَاطْمَأَنَّ اِلَيْهِ الْقَلْبُ وَالْاِثْمُ مَا حَاكَ فِي النَّفْسِ وَتَرَدَّدَ فِي الصَّدْرِ وَاِنْ اَفْتَاكَ النَّاسُ۔ (مسند احمد)

ترجمہ: وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اپنے نفس سے فتویٰ لو۔ اپنے نفس سے فتویٰ لو۔ اپنے نفس سے فتویٰ لو۔ نیکی وہ ہے جس پر تمہارا نفس اطمینان پا جائے اور تمہارا دل تسکین محسوس کرے۔ اور گناہ وہ ہے جو تمہارے نفس میں کھٹکے اور تمہارے سینے میں تنگی پیدا کرے خواہ دوسرے لوگ تمہیں اس کے جائز ہونے کا فتویٰ ہی دیں۔

تشریح: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اس ابدی صداقت پر مبنی ہے کہ خدا تعالیٰ نے جو خالقِ فطرت ہے ہر انسان کو پاک فطرت عطا کی ہے اور یہ صرف بعد کے حالات ہیں جو اسے غلط رستہ پر ڈال کر اس کی پاک فطرت کو ناپاک پردوں میں چھپا دیتے ہیں لیکن پھر بھی فطرت کی نیکی اور ضمیر کی روشنی بالکل مُردہ نہیں ہوتی اور زندگی بھر انسان کے لئے شمعِ ہدایت کا کام دیتی ہے حتیٰ کہ بعض اوقات دُنیا کے دھندوں میں پھنسے ہوئے لوگ بھی جب علیحدہ بیٹھ کر اپنی حالت پر غور کرتے ہیں تو ان کی فطرت دُنیاداری کے پردوں سے باہر آ کر انہیں ملامت شروع کر دیتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مبارک ارشاد جو اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے اسی فطری نور کی بنیاد پر قائم ہے۔ فرماتے ہیں کہ عام اصولی امور میں ایک عقلمند متقی انسان کے لئے کسی خارجی مفتی کی ضرورت نہیں کیونکہ خود اس کا اپنا دل اس کے لئے مفتی کی حیثیت رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ نیکی اور بدی کے متعلق اپنے دل سے فتویٰ پوچھے اور اپنے ضمیر کے نور سے روشنی کا طالب ہو کیونکہ نیکی دل میں شرحِ صدر اور تسکین اور اطمینان کی کیفیت پیدا کرتی ہے اور بدی سینہ میں کھٹکتی اور دل میں چبھتی اور نفس پر ایک بوجھ بن کر بیٹھ جاتی

ہے ایسی صورت میں دوسروں کے فتووں سے جھوٹا سہارا تلاش کرنا بے سُود ہے بلکہ انسان کو اپنے ضمیر کی آواز پر کان دھرنا چاہیئے اور اگر کسی بات پر ضمیر رُکتا اور دل کی تنگی محسوس کرتا ہے تو انسان کو چاہیئے کہ مفتیوں کے فتوے کے باوجود ایسے کام سے رُک جائے اور نورِ ضمیر کے فتویٰ کو قبول کرے جو خالقِ فطرت کی پیدا کی ہوئی ہدایت ہے۔

لیکن جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استفت نفسك (اپنے نفس سے فتویٰ پوچھ) کے الفاظ میں اشارہ فرمایا ہے ضروری ہے کہ دل کا فتویٰ لینے کے لئے انسان دوسروں سے علیحدہ ہو کر خلوت میں سوچے اور تقویٰ کو مدِنظر رکھ کر اپنے دل کا تقویٰ لے ورنہ دوسروں کی رائے اس کی ضمیر پر غالب آکر اس کی شمعِ فطرت پر پردہ ڈال دے گی۔ لیکن اگر وہ علیحدگی میں بیٹھ کر اور تمام خارجی اثرات سے الگ ہو کر اپنے دِل سے فتویٰ پوچھے گا تو اس کے دِل کی فطری روشنی اس کے لئے ایسی شمعِ ہدایت مہیّا کر دے گی جسے ازل سے نیکی بدی میں امتیاز کرنے کی طاقت حاصل ہو چکی ہے۔ اور اگر غور کیا جائے تو یہ نیکی بدی کا فطری شعور خدا کی ہستی پر بھی ایک بھاری دلیل ہے کیونکہ اگر نعوذ باللہ خدا کوئی نہیں تو یہ نیکی بدی کا فطری شعور جو انسان کی دِل کی گہرائیوں میں مرکوز ہو کر اس کی ہدایت کا سامان مہیّا کر رہا ہے کہاں سے آگیا ہے؟

(بقیہ علم وعمل)

- "چاہیئے کہ خدا تعالیٰ پر توکّل کر کے پورے اخلاص اور جوش اور ہمّت سے کام لیں اور یہی وقت خدمت گزاری کا ہے۔ اس کے بعد وہ وقت آتا ہے کہ ایک سونے کا پہاڑ بھی اس راہ میں خرچ کریں تو اِس وقت کے پیسہ کے برابر نہ ہوگا۔" (تبلیغِ رسالت جلد ۱۰ صفحہ ۵۴)
- "مَیں یقیناً جانتا ہوں کہ خسارہ کی حالت میں وہ لوگ ہیں جو ریاکاری کے موقعوں میں تو صدہا روپیہ خرچ کریں اور خدا کی راہ میں پیش وپس سوچیں۔ شرم کی بات ہے کہ کوئی شخص اِس جماعت میں داخل ہو کر پھر اپنی خسّت اور بُخل کو نہ چھوڑے۔ یہ خدا تعالیٰ کی سُنّت ہے کہ ہر ایک اہل اللہ کے گروہ کو اپنی ابتدائی حالت میں چندوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کئی مرتبہ صحابہؓ پر چندے لگائے جن میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے بڑھ کر رہے ..... جو ہمیں مدد دیتے ہیں آخر وہ خدا کی مدد دیکھیں گے۔" (تبلیغِ رسالت جلد ۸ صفحہ ۶۶)

ہم نے اُلفت میں تری بار اُٹھایا کیا کیا ❊ تجھ کو دکھلا کے فلک نے ہے دکھایا کیا کیا

(درثمین)

نیکی کی ہر راہ اختیار کرو نہ معلوم کس راہ سے تم قبول کئے جاؤ

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی اپنی جماعت کو نصائح

مرتبہ: مکرم نصیر احمد صاحب نجم۔ ہائیڈل برگ۔ مغربی جرمنی

"مَیں نصیحت کرتا ہوں کہ شر سے پرہیز کرو اور نوعِ انسان کے ساتھ حقِ ہمدردی بجالاؤ۔ اپنے دِلوں کو بُغضوں اور کینوں سے پاک کرو کہ اس عادت سے تم فرشتوں کی طرح ہو جاؤ گے۔ کیا ہی گندہ اور ناپاک وہ مذہب ہے جس میں انسان کی ہمدردی نہیں اور کیا ہی ناپاک وہ راہ ہے جو نفسانی بُغض کے کانٹوں سے بھرا ہوا ہے۔ سو تم جو میرے ساتھ ہو ایسے مت ہو۔ تم سوچو کہ مذہب سے حاصل کیا ہے۔ کیا یہی کہ ہر وقت مردم آزاری تمہارا شیوہ ہو؟ نہیں بلکہ مذہب اس زندگی کے حاصل کرنے کے لئے ہے جو خدا میں ہے اور وہ زندگی نہ کسی کو حاصل ہوئی اور نہ آئندہ ہوگی بجز اس کے کہ خدائی صفات اِنسان کے اندر داخل ہو جائیں۔ خدا کے لئے سب پر رحم کرو تا آسمان سے تم پر رحم ہو۔ آؤ مَیں تمہیں ایک ایسی راہ سکھاتا ہوں جس سے تمہارا نُور تمام نوروں پر غالب رہے۔ اور وہ یہ ہے کہ تم تمام سِفلی کینوں اور حسدوں کو چھوڑ دو اور ہمدردِ نوعِ اِنسان ہو جاؤ اور خدا میں کھوئے جاؤ اور اس کے ساتھ اعلیٰ درجہ کی صفائی حاصل کرو کہ یہی وہ طریق ہے جس سے کرامتیں صادر ہوتی ہیں اور دعائیں قبول ہوتی ہیں اور فرشتے مدد کے لئے اُترتے ہیں۔"

"اگر تمہاری زندگی اور تمہاری موت اور تمہاری ہر ایک حرکت اور تمہاری نرمی اور گرمی محض خدا کے لئے ہو جائے گی اور ہر ایک تلخی اور مصیبت کے وقت تم خدا کا اِمتحان نہیں کرو گے اور تعلق کو نہیں توڑو گے بلکہ آگے قدم بڑھاؤ گے تو مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک خاص قوم ہو جاؤ گے ..... پس اپنی پاک قوّتوں کو ضائع مت کرو۔ اگر تم پُورے طور پر خدا کی طرف جُھکو گے تو دیکھو مَیں خدا کے منشاء کے موافق تمہیں کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک قومِ برگزیدہ ہو جاؤ گے۔ خدا کی عظمت اپنے دلوں میں بٹھاؤ اور اس کی توحید کا اقرار نہ صرف زبان سے بلکہ عملی طور پر کرو تا خدا بھی عملی طور پر اپنا لطف و احسان تم پر ظاہر کرے۔ کینہ وری سے پرہیز کرو اور بنی نوع

سے سچی ہمدردی کے ساتھ پیش آؤ۔ ہر ایک راہ نیکی کی اختیار کرو نہ معلوم کس راہ سے تم قبول کئے جاؤ۔"

"تم اپنے خدا سے صاف ربط پیدا کرو۔ ٹھٹھا، ہنسی، کینہ وری، گندہ زبانی، لالچ، جھوٹ، بدکاری، بدنظری، بدخیالی، دُنیا پرستی، تکبّر، غرور، خود پسندی، شرارت، کج بحثی سب چھوڑ دو پھر یہ سب کچھ تمہیں آسمان سے ملے گا۔ جب تک وہ طاقتِ بالا جو تمہیں اُوپر کی طرف کھینچ کر لے جائے تمہارے شاملِ حال نہ ہو اور رُوح القدس جو زندگی بخشتا ہے تم میں داخل نہ ہو تب تک تم بہت ہی کمزور اور تاریکی میں پڑے ہوئے ہو بلکہ ایک مُردہ ہو جس میں جان نہیں۔ اس حالت میں نہ تو تم کسی مصیبت کا مقابلہ کر سکتے ہو نہ اقبال اور دولت مندی کی حالت میں کبرا ور غرور سے بچ سکتے ہو۔ اور ہر ایک پہلو سے تم شیطان اور نفس کے مغلوب ہو۔ سو تمہارا علاج تو درحقیقت ایک ہی ہے کہ رُوح القدس جو خاص خدا کے ہاتھ سے اُترتی ہے تمہارا مُنہ نیکی اور راستبازی کی طرف پھیر دے۔ تم ابناء السّماء بنو نہ ابناء الارض، اور روشنی کے وارث بنو نہ تاریکی کے عاشق۔ تا تم شیطان کی گذرگاہوں سے امن میں آجاؤ۔"

چاہیئے کہ تمہاری رُوحیں خدا تعالیٰ کے آستانے پر گِر جائیں

"یاد رکھو کہ ہر ایک جو نفسانی جوشوں کا تابع ہے ممکن نہیں کہ اس کے لبوں سے حکمت اور معرفت کی بات نکل سکے بلکہ ہر ایک قول اس کا فساد کے کیڑوں کا ایک انڈہ ہوتا ہے بجز اس کے اَور کچھ نہیں۔ پس اگر تم رُوح القدس کی تعلیم سے بولنا چاہتے ہو تو تمام نفسانی جوش اور نفسانی غضب اپنے اندر سے باہر نکال دو تب پاک معرفت کے بھید تمہارے ہونٹوں پر جاری ہوں گے اور آسمان پر تم دُنیا کے لئے ایک مفید چیز سمجھے جاؤ گے اور تمہاری عمریں بڑھائی جائیں گی۔ تمسخر سے بات نہ کرو اور ٹھٹھے سے کام نہ لو اور چاہیئے کہ سِفلہ پن اور اوباش پن کا تمہارے کلام میں کچھ رنگ نہ ہو تا حکمت کا چشمہ تم پر کھلے۔ حکمت کی باتیں دلوں کو فتح کرتی ہیں لیکن تمسخر اور سفاہت کی باتیں فساد پیدا کرتی ہیں۔ جہاں تک ممکن ہو سکے سچی باتوں کو نرمی کے لباس میں بتاؤ تا سامعین کے لئے موجبِ ملال نہ ہوں۔ جو شخص حقیقت کو نہیں سوچتا اور نفسِ سرکش کا بندہ ہو کر بد زبانی کرتا ہے اور شرارت کے منصوبے جوڑتا ہے وہ ناپاک ہے اس کو کبھی خدا کی طرف راہ نہیں ملتی۔۔۔۔۔ سو تم اگر پاک علم کے وارث بننا چاہتے ہو تو نفسانی جوش سے کوئی بات مُنہ سے مت نکالو کہ ایسی بات

خدا اُسی شخص کو چن لیتا ہے جو اُسی کو چُن لیتا ہے

حکمت اور معرفت سے خالی ہوگی اور سفلہ اور کمینہ لوگوں اور اوباشوں کی طرح نہ چاہو کہ دشمن کو خواہ نخواہ ہتک آمیز اور تمسخر کا جواب دیا جاوے بلکہ دل کی راستی سے سچا اور پُر حکمت جواب دو تا تم آسمانی اسرار کے وارث ٹھہراؤ۔"

"تمہارا کام اب یہ ہونا چاہیئے کہ دعاؤں اور استغفار اور عبادتِ الٰہی اور تزکیہ و تصفیۂ نفس میں مشغول ہو جاؤ۔ اِس طرح اپنے تئیں مستحق بناؤ خدا تعالیٰ کی ان عنایات اور توجہات کا جن کا اس نے وعدہ فرمایا ہے۔ اگرچہ خدا تعالیٰ کے میرے ساتھ بڑے بڑے وعدے اور پیشگوئیاں ہیں جن کی نسبت یقین ہے کہ وہ پوری ہوں گی مگر تم خواہ نخواہ اُن پر مغرور نہ ہو جاؤ۔ ہر قسم کے حسد، کینہ، بُغض، غیبت اور کبر اور رعونت اور فسق و فجور کی ظاہری اور باطنی راہوں اور کسل اور غفلت سے بچو اور خوب یاد رکھو کہ انجام کار ہمیشہ متقیوں کا ہوتا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے والعاقبة عند ربك للمتقين اِس لئے متقی بننے کی فکر کرو۔"

کوئی عمل خدا تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکتا جو تقویٰ سے خالی ہو

"مَیں کہتا ہوں کہ اگر مجھے اِس امر کا یقین دلایا جاوے کہ خدا تعالیٰ سے محبت کرنے اور اس کی اطاعت میں سخت سے سخت سزا دی جائے گی تو مَیں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میری فطرت ایسی واقع ہوئی ہے کہ وہ ان تکلیفوں اور بلاؤں کو ایک لذت اور محبت کے جوش اور شوق کے ساتھ برداشت کرنے کو تیار ہے اور باوجود ایسے یقین کے جو عذاب اور دُکھ کی صورت میں دلایا جاوے کبھی خدا کی اطاعت اور فرمانبرداری سے ایک قدم باہر نکلنے کو ہزار بلکہ لاانتہا موت سے بڑھ کر اور دُکھوں اور مصائب کا مجموعہ قرار دیتی ہے۔"

"تم خوش ہو اور خوشی سے اُچھلو کہ خدا تمہارے ساتھ ہے۔ اگر تم صدق اور ایمان پر قائم رہو گے تو فرشتے تمہیں تعلیم دیں گے اور آسمانی سکینت تم پر اُترے گی اور رُوح القدس سے مدد دیئے جاؤ گے اور خدا ہر ایک قدم میں تمہارے ساتھ ہوگا اور کوئی تم پر غالب نہیں ہو سکے گا۔ خدا کے فضل کی صبر سے انتظار کرو۔ گالیاں سُنو اور چُپ رہو۔ ماریں کھاؤ اور صبر کرو اور حتی المقدور بدی کے مقابلہ سے پرہیز کرو تا آسمان پر تمہاری مقبولیت لکھی جاوے۔ یقیناً یاد رکھو کہ جو لوگ خدا سے ڈرتے ہیں اور دِل اُن کے خدا کے خوف سے پگھل جاتے ہیں اُنہیں کے ساتھ خدا ہوتا ہے اور وہ ان کے دشمنوں کا دشمن ہو جاتا ہے۔ دُنیا صادق کو نہیں

دیکھتی پر خدا جو علیم و خبیر ہے وہ صادق کو دیکھ لیتا ہے پس اپنے ہاتھ سے اس کو بچاتا ہے۔"

"مَیں خود جو اس راہ کا پُورا تجربہ کار ہوں اور محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور فیض سے مَیں نے اِس ملامت اور لذّت سے حظّ اُٹھایا ہے یہی آرزو رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں زندگی وقف کرنے کے لئے اگر مر کے پھر زندہ ہُوں اور پھر مروں اور زندہ ہوں تو ہر بار میرا شوق ایک لذّت کے ساتھ بڑھتا ہی جاوے پس مَیں چونکہ خود تجربہ کار ہوں اور تجربہ کر چکا ہوں ..... اِس لئے مَیں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اپنی جماعت کو وصیّت کروں اور یہ بات پہنچا دوں آئندہ ہر ایک کا اختیار ہے کہ وہ اسے سُنے یا نہ سُنے کہ اگر کوئی نجات چاہتا ہے اور حیات طیّبہ یا ابدی زندگی کا طلبگار ہے تو وہ اللہ کے لئے اپنی زندگی وقف کرے اور ہر ایک اِس کوشش اور فکر میں لگ جاوے کہ وہ اس درجہ اور مرتبہ کو حاصل کرے کہ کہہ سکے کہ میری زندگی، میری موت، میری قربانیاں، میری نمازیں اللہ ہی کے لئے ہیں اور حضرت ابراہیمؑ کی طرح اس کی رُوح بول اُٹھے اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ جب تک انسان خدا میں کھویا نہیں جاتا، خدا میں ہو کر نہیں مرتا وہ نئی زندگی پا نہیں سکتا۔ پس تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو تم دیکھتے ہو کہ خدا کے لئے زندگی کا وقف مَیں اپنی زندگی کی اصل غرض سمجھتا ہُوں۔ پھر تم اپنے اندر دیکھو کہ تم میں سے کتنے ہیں جو میرے اِس فعل کو اپنے لئے پسند کرتے اور خدا کے لئے زندگی وقف کرنے کو عزیز رکھتے ہیں۔"

دُنیا کی لذّتوں پر فریفتہ مت ہو کہ وہ خدا سے جُدا کرتی ہیں

درد جس سے خُدا راضی ہو اُس لذّت سے بہتر ہے جس سے خُدا ناراض ہو جائے

تُو وہ قادر ہے کہ تیرا کوئی ہمسر ہی نہیں ٭ مَیں وہ بے بس ہوں کہ بے در بھی ہوں بے پَر ہی نہیں
گھونسلے چڑیوں کے ہیں ماندیں ہیں شیروں کے لئے ٭ پر مرے واسطے دُنیا میں کوئی گھر ہی نہیں
خوف اگر ہے تو یہ ہے تجھ کو نہ پاؤں ناراض ٭ جان جانے کا تو اے جانِ جہاں ڈر ہی نہیں

(کلام محمود)

انتخاب از حکایاتِ سعدیؒ

تندرستی کا راز

عجم کے ایک بادشاہ نے ایک دفعہ ایک طبیبِ حاذق کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ وہ سرزمینِ عرب میں کئی برس تک رہا لیکن کوئی شخص اس کے پاس علاج کے لئے نہ آیا۔ وہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اے سید العزتؐ میرے آقا نے مجھے آپ کے ساتھیوں کے علاج معالجہ کے لئے خاص طور پر بھیجا ہے لیکن اس طویل مدت میں کسی شخص نے میری خدمات کا فائدہ نہیں اٹھایا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس قوم کی یہ عادت ہے کہ جب تک بھوک نہ ہو کچھ نہیں کھاتے اور تھوڑی بھوک باقی رہتی ہے تو کھانے سے ہاتھ کھینچ لیتے ہیں۔

طبیب نے کہا ان لوگوں کی تندرستی کا یہی راز ہے۔

اس کے بعد وہ حضورؐ سے اجازت لے کر اپنے وطن واپس چلا گیا۔

حضرت عمر فاروقؓ کا انکسار

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ ایک تنگ گلی سے گذر رہے تھے کہ آپ کا پاؤں ایک فقیر کے پاؤں پر پڑ گیا۔ فقیر حضرت عمر فاروقؓ کو نہیں جانتا تھا اور یوں بھی دکھی آدمی دوست دشمن میں تمیز نہیں کرتا اس نے غضبناک ہو کر کہا تو اندھا ہے کہ دیکھ کر نہیں چلتا۔

منصف مزاج امیر المؤمنینؓ نے نہایت عاجزی سے فرمایا کہ بھائی میں اندھا تو نہیں ہوں نادانستہ غلطی ضرور ہو گئی ہے خدا کے لئے مجھے معاف کر دے یہ الفاظ وہ شخص ایک فقیر کے سامنے کہہ رہا ہے جو لاکھوں مربع زمین کا حاکم تھا جس کی فوجوں نے قیصر و کسریٰ کے تخت اُلٹ دئے تھے اور جس کے رعب اور دبدبہ سے شیروں کا پتہ پانی ہوتا تھا۔

فروتن بود ہوش مندِ گزیں
نہد شاخ پُر میوہ سر بر زمیں

عقل مند ہمیشہ انکسار پسند ہوتا ہے کیوں کہ میوہ سے بھری ہوئی شاخ زمین پر سر رکھ دیتی ہے۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی انگوٹھی

کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ (مشہور اموی خلیفہ) کے پاس ایک انگوٹھی تھی جس کا نگ اتنا قیمتی تھا کہ جوہری اس کی قیمت لگانے سے قاصر تھے۔ ایک دفعہ ملک میں سخت خشک سالی ہوئی اور لوگ بڑی مصیبت میں مبتلا ہو گئے۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے بیت المال کا منہ کھول دیا اور محتاجوں کی امداد کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے اپنی انگوٹھی اتار کر حکم دیا کہ اسے فروخت کر دیا جائے اور جس قدر رقم حاصل ہو اس کو درویشوں اور مسکینوں میں تقسیم کر دیا جائے چنانچہ اس انگوٹھی کی قیمتِ فروخت سات دن تک ملک بھر کے محتاجوں اور مسکینوں میں بٹتی رہی اور وہ نہال ہو گئے۔

اس شخص نے ان سے کہا کہ آپ نے کیا کیا۔ اس انگوٹھی کا نایاب نگ اب پھر ہاتھ نہ آئے گا۔ یہ سُنکر حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی آنکھوں سے سیلِ اشک رواں ہو گیا اور انہوں نے فرمایا کہ یہ بات خدا کو کیسے پسند آ سکتی ہے کہ لوگ بھوکوں مر رہے ہوں اور میں قیمتی انگوٹھی اپنے ہاتھ میں پہنے رہوں حالانکہ مجھ پر ان کی نگہداشت اور خدمت فرض کی گئی ہے۔

شیخ شبلیؒ اور ایک چیونٹی

حضرت شیخ شبلیؒ نے ایک دفعہ شہر سے گندم خریدی اور گندم کی بوری کندھے پر اٹھا کر اپنے گاؤں لے گئے۔ وہاں پہنچ کر بوری کا منہ کھولا تو گندم میں ایک چیونٹی نظر آئی جو بڑی بے چینی سے اِدھر اُدھر دوڑ رہی تھی۔ شیخؒ غریب چیونٹی کی پریشانی دیکھ کر سخت آزردہ ہوئے اور رات بھر نہ سو سکے صبح ہوتے ہی اُسے پکڑا اور جہاں سے گندم لائے تھے وہیں لے جا کر چھوڑ آئے۔

شبلیؒ فرماتے تھے کہ یہ انسانیت سے بعید ہے کہ اس غریب چیونٹی کو گھر سے بے گھر کروں۔ اللہ تعالیٰ فردوسی کی قبر پر رحمت نازل فرمائے اس نے کیا خُوب کہا ہے

میازار مورے کہ دانہ کش است
کہ جان دارد و جانِ شیریں خوش است

اس چیونٹی کو نہ ستا جو ایک دانہ کھینچنے والی ہے اس لئے کہ وہ بھی جان رکھتی ہے اور جان ہر ایک کو پیاری ہوتی ہے ؎

سیاہ اندروں باشد و سنگ دل
کہ خواہد کہ مورے شود تنگ دِل

وہ شخص بڑا سیاہ باطن اور ظالم ہے جس کے ہاتھ سے کسی چیونٹی کو بھی دُکھ پہنچے۔

کر بھلا ہو بھلا

ایک آدمی نے خواب میں دیکھا کہ محشر کا میدان ہے زمین تانبے کی طرح گرم ہے اور گرمی کی شدت سے ہر طرف چیخ و پکار ہو رہی ہے لیکن ایک آدمی

جنّتیوں کا لباس پہنے سائے میں کھڑا ہے۔ اس سے پوچھا کہ اے خوش بخت تجھے یہ مرتبہ کیسے ملا۔ اس نے جواب دیا کہ میرے گھر کے دروازے پر انگور کی بیل تھی۔ ایک دن دُھوپ اور گرمی سے نڈھال ایک آدمی کو مَیں نے اس بیل کے سایہ میں سلایا اس نے خوش ہو کر میرے حق میں دُعا کی۔ آج یہ سایہ اور جنّتی لباس مجھے اسی صلے میں عطا ہوُا ہے۔

● نیکی کا پھل میٹھا

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ بزرگوں کے ایک گروہ کے ساتھ مَیں کشتی میں بیٹھا تھا۔ ہمارے پیچھے ایک چھوٹی کشتی ڈوب گئی۔ اور اس میں سوار دو بھائی ایک بھنور میں پھنس گئے میرے ساتھی بزرگوں میں سے ایک نے ملّاح سے کہا کہ جلد دونوں بھائیوں کو بچا تجھے ہر ایک کے عوض پچاس دینار دوں گا۔ ملّاح پانی میں کُود پڑا اور ایک بھائی کو بھنور سے نکالنے میں کامیاب ہو گیا لیکن دوسرا ہلاک ہو گیا۔ مَیں نے کہا کہ اس کی زندگی باقی نہ رہی تھی اِس لئے تُو نے اس کے پکڑنے میں سستی کی اور دوسرے کے پکڑنے میں بڑی پھُرتی دکھائی۔ ملّاح ہنس پڑا اور کہا کہ جو کچھ تُو نے کہا ہے درست ہے لیکن ایک دوسرا سبب بھی ہے۔ مَیں نے کہا وہ "کیا"؟ کہنے لگا کہ اس کو بچانے کی خواہش میرے دل میں زیادہ تھی کیونکہ ایک دفعہ مَیں جنگل میں سخت تھک گیا تھا اس نے مجھے اپنے اُونٹ پر بٹھا لیا تھا اور دوسرے کے ہاتھ سے مَیں نے لڑکپن میں ایک کوڑا کھایا تھا۔

مَیں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ جو شخص نیک کام کرتا ہے وہ اس کی اپنی ذات کیلئے فائدہ مند ہے اور جو شخص بُرا کام کرتا ہے اس کی بُرائی بھی اسی پر ہے (اس کے آگے آئے گی) قطعہ

تا توانی درون کس مخراش
کاندریں راہ خارہا باشد
کارِ درویش مستمند برآر
کہ ترا نیز کارہا باشد

جہاں تک ہو سکے کسی کا دل نہ دُکھا کیونکہ اس راہ میں بہت سے کانٹے ہیں۔ ضرورت مند درویش کا کام بَر لا تاکہ تیرے کام بھی بَر آئیں۔

● مردانِ خُدا اپنی عبادت پر ناز نہیں کرتے

مَیں نے ایک درویش کو دیکھا کہ وہ کعبہ کی چوکھٹ پر اپنا سر رگڑ رہا تھا۔ رو رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اے غفور اے رحیم تُو جانتا ہے کہ مجھ ظالم اور جاہل سے کیا ہو سکتا ہے۔ عبادت گذار عبادت کا بدلہ چاہتے ہیں اور سوداگر سامان کی قیمت چاہتے ہیں۔ مَیں ناچیز امید لے کر آیا ہوں نہ بندگی کے عوض بھیک مانگتا ہوں اور نہ تجارت کرنے آیا ہوں۔

اِصْنَعْ بِنَا مَا اَنْتَ اَھْلُہٗ وَلَا
تَفْعَلْ بِنَا مَا نَحْنُ اَھْلُہٗ۔

ہمارے ساتھ وہ کر جس کا تُو اہل ہے

وہ نہ کر جس کے ہم سزاوار ہیں۔

؎ می نگویم کہ طاعتم بپذیر
قلمِ عفو بر گناہم کش

مَیں یہ نہیں کہتا کہ میری عبادت قبول کر لے ہاں معافی کا قلم میرے گناہ پر پھیر دے۔

• فقر ہے شاہوں کا شاہ

امیر ختن نے ایک دفعہ ایک روشن ضمیر بزرگ کو ایک قیمتی لباس بھیجا بزرگ نے اس لباس کو بوسہ دیا اور کہا کہ شاہِ ختن کی خلعت بہت اچھی ہے لیکن میری گدڑی اس سے بھی اچھی ہے کہ اس میں نہ کسی کا احسان ہے اور نہ بادشاہ کے سامنے زمین بوسی کی حاجت۔ ؎

اگر آزادۂ بر زمیں خسپ وبس
مکن بہر قالی زمیں بوس کس

اگر تُو آزاد ہے تو بس زمین پر سولے قالین کی لالچ میں کِسی کے سامنے زمین بوسی نہ کر۔

• نیک نام سے بڑھ کر کوئی قلعہ مضبوط نہیں

سلطان قزل ارسلان سلجوقی کے پاس ایک زبردست قلعہ تھا جو پہاڑوں کے بیچوں بیچ ایسے محفوظ مقام پہ واقع تھا کہ خواہ کیسا ہی دشمن حملہ کرے اس کو سر نہ کر سکتا تھا۔ اس قلعہ کے اندر پانی کے چشمے جاری تھے اور سرسبز باغ لہلہاتے تھے۔ اس میں مقیم لشکر سالہا سال تک اپنی ضرورتیں خود پوری کر سکتا تھا اور باہر سے کسی امداد کا محتاج نہ تھا۔ سلطان کو اس قلعہ پر بڑا ناز تھا۔ ایک دن سلطان کے دربار میں لوگ اس قلعہ کی تعریفیں کر رہے تھے کہ ایک صاحبِ دل وہاں آگیا۔ اس نے لوگوں کی باتیں سُنیں تو ہنس کر کہا بادشاہ سلامت یہ قلعہ مبارک ہے لیکن مَیں نہیں سمجھتا کہ یہ اتنا مضبوط ہے کہ آپکی حفاظت کر سکے۔ اِس قلعہ میں آپ جیسے بہت سے آئے اور چند دن ٹھہر کر رخصت ہو گئے۔ اس قلعہ پر بھروسا کرنے کی بجائے خدا کے کرم پر بھروسا کیجئے اینٹ اور پتھر کا قلعہ ایک دن فنا ہو جائے گا ہاں اگر کچھ باقی رہ جائے گا تو وہ آپ کا نیک نام ہو گا۔ لوگوں کے ساتھ بھلائی کیجئے اور یاد رکھیئے کہ نیک نام ایسا مضبوط قلعہ ہے جو ہمیشہ آپ کے کام آئے گا۔

؎ بر مردِ ہشیار دُنیا خس است
کہ ہر مدتے جائے دیگر کس است

ہوشیار انسان کے نزدیک دُنیا تنکا ہے کہ ہر زمانہ میں دوسرے کی جگہ ہے۔

• چناں ذی کہ ذکرت بتحسیں کنند

ایک درویش نے ایک بادشاہ کے سامنے کوئی سچی بات کہہ دی بادشاہ نے ناراض ہو کر اسے قید کرنے کا حکم دے دیا۔ اس درویش کے ایک دوست نے اُسے کہا کہ بادشاہ کے سامنے یہ بات کہنی مناسب نہ تھی۔ درویش نے جواب دیا کہ حق بات کہنا عبادت ہے۔ مَیں قید و بند سے نہیں ڈرتا کیونکہ یہ تھوڑی دیر

کے لئے ہے۔

کسی نے بادشاہ سے جا کر کہا کہ درویش کہتا ہے کہ میری قید و بند تھوڑی دیر کے لئے ہے۔ بادشاہ نے طنز سے ہنس کر کہا کہ اسے غلط فہمی ہوئی ہے اب موت ہی اس کو قید خانہ سے چھٹکارہ دلائے گی۔

بادشاہ کے غلام نے یہ پیغام درویش کو پہنچایا تو اس نے کہا کہ اے غلام بادشاہ سے جا کر کہہ دے کہ یہ زندگی چند روزہ ہے اور دُنیا تھوڑی دیر کیلئے ہے۔ درویش کے نزدیک غم اور خوشی کی کوئی اہمیت نہیں۔ اگر تُو میری دستگیری کرے تو خوش نہیں ہوں گا اور اگر میرا سر قلم کر دے تو میرے دل میں غم نہ آئے گا اگر آج تیرے پاس لشکر، خزانہ اور حکومت ہے اور میں اہل و عیال سے دُور مصیبت میں مبتلا ہوں تو غم نہیں۔ کل جب ہم موت کے دروازے میں داخل ہونگے تو ایک ہفتے میں دونوں برابر ہو جائیں گے میں بھی کیڑوں کی غذا بن جاؤں گا اور تُو بھی۔ اس چند روزہ دولت سے دل نہ لگا اور اپنے آپ کو جہنم کا ایندھن نہ بنا۔

چناں ذی کہ ذکرت بتحسیں کنند
چو مُردی نہ بر گور لعنت کنند
عروسی بود نوبتِ ماتمیت
گرت نیک روزی بود خاتمت

اِس طرح زندگی گذار کہ لوگ تیرا ذکر بھلائی سے کریں جب تُو مرے تو قبر پر لعنت نہ بھیجیں۔ تیرا ماتم (موت) کا وقت بھی شادی ہے اگر تجھے بہتر خاتمہ میسّر آجائے۔

● دوسروں پر اُنگلیاں نہ اُٹھاؤ

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ مَیں بچپن میں بڑا عابد و زاہد اور شب بیدار تھا۔ ایک رات اپنے والد مرحوم کے ساتھ مسجد میں مشغول عبادت تھا اور قرآن حکیم اپنی بغل میں لئے ہوا تھا۔ کچھ لوگ ہمارے چاروں طرف سو رہے تھے مَیں نے والد سے کہا کہ ان لوگوں میں سے کسی کو اِتنی توفیق بھی نہیں ہوئی کہ اُٹھ کر دُو رکعتیں پڑھ لیتا۔ ایسے سوئے ہوئے ہیں گویا مُردہ ہیں۔

حضرت والد نے فرمایا "جانِ پدر اگر تم بھی سو جاتے تو یہ اس سے بہتر تھا کہ لوگوں کی عیب چینی کرتے۔"

● سونے کی اینٹ

ایک پارسا کو سونے کی اینٹ کہیں سے مل گئی دُنیا کی اِس دولت نے اس سے نورِ باطن کی دولت چھین لی اور وہ ساری رات یہی سوچتا رہا کہ اب مَیں سنگِ مرمر کی ایک عالیشان حویلی بنواؤں گا۔ بہت سے نوکر چاکر رکھوں گا۔ عمدہ عمدہ کھانے کھاؤں گا اور اعلیٰ درجہ کی پوشاک سلواؤں گا۔ غرض تموّل کے خیال نے اسے دیوانہ بنا دیا۔ نہ کھانا نہ پینا یاد رہا اور نہ ذکرِ حق۔ صُبح کو اسی خیال میں مست جنگل کی طرف نکل گیا وہاں دیکھا کہ ایک شخص ایک قبر پر مٹی گوندھ رہا ہے تا کہ اس سے اینٹیں بنائے۔ یہ نظارہ دیکھ کر پارسا کی آنکھیں کُھل گئیں اور اس کو خیال آیا کہ مرنے کے بعد میری قبر کی مٹی سے بھی

لوگ اینٹیں بنائیں گے۔ عالیشان مکان، اعلیٰ لباس
اور عمدہ کھانے سب یہیں دھرے رہ جائیں گے۔
اس لئے سونے کی اینٹ سے دل لگانا بے کار ہے
ہاں دل لگانا ہے تو اپنے خالق سے لگا۔ یہ سوچ کر
اس نے سونے کی اینٹ کہیں پھینک دی اور پھر پہلے
کی طرح زہد و قناعت کی زندگی بسر کرنے لگا ؂

بکن سرمۂ غفلت از چشمِ پاک
کہ فردا شوی سرمہ در زیرِ خاک

غفلت کا سرمہ آنکھ سے صاف کر لے اس لئے
کہ کل کو تو بھی مٹی کے نیچے سرمہ ہوگا۔
(حکایاتِ سعدیؒ اردو مطبوعہ شعاع ادب لاہور)

"خدمتوں کا ذرا محتاج نہیں ہاں تم پر یہ اس کا فضل ہے
کہ تم کو خدمت کا موقع دیتا ہے ..... خدمت میں جان توڑ
کر کوشش کرو مگر دل میں مت لاؤ کہ ہم نے کچھ کیا ہے۔
اگر تم ایسا کرو گے ہلاک ہو جاؤ گے۔"
(تبلیغِ رسالت جلد ۱۰ صفحہ ۵۴-۵۶)

مولا سمومِ غم کے تھپیڑے سے پناہ! پناہ!
اب انتظامِ دفعِ بلیّات چاہیئے
جھلسے گئے ہیں سینہ و دل جاں بلب ہیں ہم
جھڑیاں کرم کی فضل کی برسات چاہیئے
(دُرِّ عدن)

بقیہ اداریہ

دُہرانے کا زمانہ ہے اور اُن برکات سے اپنی جھولیاں
بھرنے کا دَور ہے جن سے خدا کی راہ میں قربانیاں
کرنے والے ہمیشہ حصّہ پاتے رہے۔ امامِ وقت کی آواز
لامتناہی ثواب اور اجر کے حصول کی بشارت دے رہی
ہے اور اپنے مالوں کے ذریعہ دین کی خدمت کرنے
والوں کے کانوں میں یہ رَس گھول رہی ہے کہ قیامت
کے دن اس کے عوض تمہیں اپنے مطاع اور مقتداء
کی معیّت حاصل ہو گی۔ چنانچہ سیّدنا حضرت بانیٔ
سلسلہ احمدیہ اپنی جماعت کو دین کی خاطر مالی قربانیوں
کی تحریک کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"جو کوئی ..... میری منشاء کے مطابق میری
اغراض میں مدد دے گا میں امید رکھتا ہوں کہ وہ
قیامت میں بھی میرے ساتھ ہو گا۔ اور جو شخص ایسی
ضروری مہمات میں مال خرچ کرے گا میں امید نہیں
رکھتا کہ اس مال کے خرچ سے اس کے مال میں کچھ کمی
آجائے گی بلکہ اس کے مال میں برکت ہو گی ....
خدا تعالیٰ نے متواتر ظاہر کر دیا ہے کہ واقعی اور قطعی
طور پر وہی شخص اس جماعت میں داخل سمجھا جائیگا
کہ اپنے عزیز مال کو اس راہ میں خرچ کرے گا .....
اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر تم سب کے سب مجھے چھوڑ
دو اور خدمت اور امداد سے پہلو تہی کرو تو وہ ایک
قوم پیدا کر دے گا کہ اس کی خدمت بجا لائے گی۔ تم
یقیناً سمجھو کہ یہ کام آسمان سے ہے اور تمہاری خدمت
صرف تمہاری بھلائی کے لئے ہے ..... خدا تعالیٰ تمہاری

علم اور اُس کے تقاضے

جناب نذیر احمد خادم ۔ ربوہ

اللہ تعالیٰ نے اِنسان کو بہترین شکل و صورت اور قویٰ دے کر "فِیۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡمٍ" پیدا کیا ہے۔ اُسے عقل و خرد، فکر و دانش اور فہم و فراست کی نعمت سے سرفراز فرمایا، تفکّر و تدبّر اور حکمت کی دولت سے مالا مال کیا ہے۔

ان عظیم الٰہی نعمتوں کی قدر کر کے ان سے فائدہ اُٹھانا، دوسروں کو فائدہ پہنچانا، علم و حکمت کی ان صلاحیتوں کو مزید سنوارتے، نکھارتے اور بڑھاتے چلے جانا اور شُکرِ خداوندی کرتے ہوئے ان نعماء کو رضائے الٰہی کے مطابق بنی نوع انسان کی بھلائی کے لئے خرچ کرنا ہی اِنسان کی خوش بختی و سعادت کی علامت ہے۔

عِلم کے معنی ہیں کسی چیز کو جاننا اور عالِم وہ ہے جو کچھ جانتا ہو۔ علم (جاننے) کی کوئی حد بست نہیں دُنیا و مافیہا میں بے شمار چیزیں اور غیر محدود حقائق اور بھید ہیں، ہر شخص اپنی استعداد کے مطابق حواسِ خمسہ (دیکھنے، سُننے، سُونگھنے، چھونے اور چکھنے) کے ذریعہ بہت کچھ حاصل کرنے کی کوشش کرتا یا کر سکتا ہے تاہم حق یہ ہے کہ ع

"کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر اِن اَسرار کا"

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اِس کائنات کے رموز کو جاننے، سیکھنے اور ان سے استفادہ کرنے کے لئے غور و فکر کی بار بار دعوت دی ہے۔ خالقِ کائنات نے ایک چیونٹی یا مچھّر سے لے کر بڑے بڑے پہاڑوں، دریاؤں، سمندروں، چاند، سُورج، ستاروں تک کوئی چیز بھی بیکار پیدا نہیں فرمائی۔

گھاس کی ایک معمولی شاخ یا پھول کی ایک نرم و نازک پتّی میں جو علم اور بھید چھپا ہُوا ہے ہزاروں سال کی تحقیق کے بعد بھی اُس کا احاطہ کر لینا کسی عالم یا سائنسدان کے بس کا روگ نہیں۔ خود انسان کے اپنے جسم کے اعضاء، یہاں تک کہ اِنسانی جسم کے ایک بال کے نیچے علوم و اسرار کی جو وسیع کائنات چھُپی ہوئی ہے اُسکی کُنہہ تک پہنچنا بھی محال بلکہ ناممکن ہے لیکن چونکہ خدا تعالیٰ نے ہر چیز کو انسان کے فائدہ کیلئے پیدا فرمایا ہے جیسا کہ هُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ لَکُمۡ مَّا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا (البقرہ: ۳۰) سے مترشح ہے۔

اِس لئے اُسے چاہیئے کہ اپنے ربّ کریم کی ان نعمتوں سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھانے، دوسروں کو فائدہ پہنچانے اور عملی زندگی کے مختلف میدانوں میں ترقّی کرنے کے لئے ان کے علم کے حصول اور تحقیق و جستجو میں لگا رہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ

وسلم کے اِس ارشادِ پاک کا مصداق بنا رہے کہ "اُطْلُبُوا الْعِلْمَ مِنَ الْمَهْدِ اِلَى اللَّحْدِ" یعنی بچپن سے لے کر زندگی کی آخری سانس تک طالب علم بنے رہو۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے انسانیت کے محسن اعظم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی زبانِ فیض ترجمان سے یہ اعلان کروایا قُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا (طٰہٰ:۱۱۵) کہ "تو یہ دُعا کرتا رہ کہ اے میرے رب میرا علم بڑھا" پس ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ زندگی کے ہر شعبہ کا علم حاصل کرے اور اپنی معلومات میں اضافہ کرتا چلا جائے کسی مقام پر پہنچ کر بھی اپنے آپ کو علم کی کسی شاخ میں بھی حرفِ آخر یا سند خیال نہ کرے بلکہ تادمِ واپسیں علم کا پیاسا بنا رہے اور طالبِ علم بن کر زیادہ سے زیادہ معلومات سے اپنے ذہن و دماغ کو پُر کرنے کی سعیٔ مسلسل کرتا چلا جائے ــــ نادانی و لاعلمی اور جہالت انسان کی متحرک و فعّال زندگی کے لئے موت کا پیغام ہے۔ ناواقفی و نیم علمی ایک اندھیرا ہے جسکے ظلماتی پردے پستی و ادبار کی طرف لے جاتے اور عظمت و رفعت کی وسیع شاہراہوں کو نظروں سے اوجھل کر دیتے ہیں ــــ قرآن کریم نے عالم و جاہل اور واقف و ناواقف کے فرق کو خوب واضح فرمایا ہے چنانچہ مندرجہ ذیل آیاتِ بیّنات پر غور فرمائیے:۔

(۱) قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ (الزمر:۱۰)

"تو کہہ دے کیا علم والے لوگ اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں۔"

(۲) يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ (المجادلہ:۱۲)

"اللہ اُن کو جو مومن ہیں اور علمِ حقیقی رکھنے والے ہیں درجات میں بڑھا دے گا۔"

(۳) وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ج وَمَا يَعْقِلُهَا اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ٥ (العنکبوت:۴۴)

"اور یہ مثالیں ہیں جو ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں لیکن عالموں کے سوا کوئی ان کو اپنے پلّے نہیں باندھتا۔"

اِن آیاتِ بابرکات میں اللہ تعالیٰ نے جہالت کے نقصان و خسران، جاہل کی پستی و ادبار، عالم کی عظمت و عُلوّ شان اور علم کے فوائد کو بیان فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ سامانوں اور قدرت کے وسیع خزانوں سے غور و فکر کرنے کے عادی لوگ ہی فائدہ اُٹھاتے ہیں، علم کے جویاں ہی کچھ پاتے ہیں۔ بے علم و جاہل نہ صرف یہ کہ کچھ حاصل نہیں کر سکتے بلکہ محرومی و خسارہ سے دوچار ہو جاتے ہیں۔ دنیوی نقصان کے علاوہ رُوحانی خُسران میں بھی مُبتلا ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی معرفت سے بے نصیب رہتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔

اَلدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ مَلْعُوْنٌ مَافِيْهَا اِلَّا ذِكْرَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَمَا وَالَاهُ وَ عَالِمًا اَوْ مُتَعَلِّمًا۔ (ترمذی)

"دُنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس میں
ہے وہ بھی ملعون ہے ہاں مگر ذکرِ الٰہی
اور عالم اور علم حاصل کرنے والے
اس سے مُستثنیٰ ہیں"۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی معرفت و محبّت اور ذکر سے دُنیا کی ہر چیز میں برکت ہے اور ہر چیز کا صحیح علم حاصل کر کے اُسے رضائے الٰہی کے مطابق اور علم کی روشنی میں صحیح طریقہ سے استعمال کرنے سے برکت و بھلائی ملتی ہے لیکن منشائے الٰہی کے خلاف ناقص علم اور غلط طریقہ سے استعمال کرنے سے لعنت پلّے پڑتی ہے اسی لئے رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یہ دُعا مانگا کرتے تھے جو آپؐ کی پیروی میں ہمیں بھی مانگنی چاہیئے کہ :۔

اَللّٰھُمَّ انْفَعْنِیْ بِمَا عَلَّمْتَنِیْ وَ
عَلِّمْنِیْ مَا یَنْفَعُنِیْ۔

اے اللہ مجھے نفع عطا کر اُس علم سے
جو تُو نے مجھے عطا کیا ہے اور مجھے ایسا
علم عطا کر جو مجھے نفع پہنچائے۔

حضرت ابنِ مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :۔

لَا حَسَدَ اِلَّا فِیْ اثْنَتَیْنِ رَجُلٌ
اٰتَاہُ اللّٰہُ مَالًا فَسَلَّطَہٗ عَلٰی
ھَلَکَتِہٖ فِی الْحَقِّ وَرَجُلٌ اٰتَاہُ
اللّٰہُ الْحِکْمَۃَ فَھُوَ یَقْضِیْ بِھَا
وَیُعَلِّمُھَا۔ (مُتّفق علیہ)

یعنی حسد کرنے کا حق صرف دو شخصوں
پر ہے یعنی دو شخصوں کے بارہ میں
رشک کرنا چاہیئے ایک وہ شخص جسے
اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور پھر اُسے
راہِ حق میں خرچ کرنے کی توفیق دی۔
دوسرا وہ شخص جسے اللہ نے دین کا
علم عطا فرمایا ہو اور وہ اس کے
مطابق فیصلے کرتا اور دوسروں کو
بھی سکھاتا ہے۔

اِس حدیث میں حسد سے مراد "غبطہ" ہے جس کے معنی ہیں اُس جیسا ہونے کی خواہش کرنا (ریاض الصالحین مترجم اُردو صفحہ ۱۹۸)

مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ :۔

"جو شخص کسی راستہ پر چلا تا کہ علم
حاصل کرے تو اللہ تعالیٰ اُس کے
عوض اس شخص کے لئے جنّت کی طرف
راستہ آسان بنا دے گا"۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مشہور فرمانِ مبارک ہے کہ :۔

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ
مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَۃٍ۔

علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت
پر فرض ہے۔

اِن فرموداتِ نبویؐ سے یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے والے ہر فرد پر
تحصیلِ علم فرض ہے۔ فرض کو بجا لانے میں غفلت قابلِ
مواخذہ جُرم ہے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
کو اپنی اُمّت کے لئے علم کا اِس قدر خیال تھا کہ جنگِ
بدر میں ایسے نادار غیر مسلم قیدیوں کو جو فدیہ ادا کر کے
رہائی حاصل نہیں کر سکتے تھے حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ
تم دس دس مسلمان بچّوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دو تو تمہیں
بغیر فدیہ کے رہا کر دیا جائے گا۔ (فتوح البلدان)

پس ہمیں ہر شعبۂ زندگی کا علم حاصل کرنا چاہیئے
اور اُن مروّجہ علوم کی تحصیل کی طرف بھی توجّہ دینی چاہیئے
جو ضرورتِ زمانہ کے مطابق اور قومی و ملّی مفاد میں ہوں۔
دین کے علم سے ہرگز غفلت نہ ہونی چاہیئے جو بنیادی
طور پر قرآن کریم اور سُنّت و حدیث سے ملتا ہے تاکہ
اُس کی روشنی میں اُن جہالتوں سے محفوظ رہا جا سکے
جو علم کے رُوپ میں پیش کی جاتی ہیں۔ پھر قرآن و سُنّت
اور حدیث اور اُسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر
اتنا عبور حاصل کیا جائے کہ ہم اپنے اندر یہ امر ثابت
کرنے کی اہلیّت پیدا کر لیں کہ ہر دوسرا علم ان آسمانی
رُوحانی اور رحمانی علوم کا تابع اور غلام ہے اور اگر
وہ درست اور مبنی بر حقائق ہے تو اس کا منبع و سرچشمہ
قرآن کریم ہی ہے کیونکہ ؎

كُلُّ الْعِلْمِ فِي الْقُرْآنِ لٰكِنْ
تَقَاصَرَ عَنْهُ اَفْهَامُ الرِّجَالِ

"بلاشبہ ہر علم قرآن میں موجود ہے
لیکن لوگوں کی عقلیں اُن تک رسائی
پانے سے قاصر ہیں"۔

علم کے بارے میں ایک چیز بڑی اہم اور قابلِ
توجّہ ہے اور وہ یہ ہے کہ بعض لوگ کسی شعبۂ زندگی
مثلاً زراعت، صنعت و حرفت، طِبّ، وکالت،
مولوی فاضل و شاہد وغیرہ میں جب ڈگری حاصل کر
لیتے ہیں تو اپنے تئیں اُس شعبہ کا عالمِ کامل خیال
کرتے یا دعوائے ہمہ دانی کرتے ہیں اور مزید تحقیق و
جستجو اور مطالعہ کی ضرورت سے بے نیاز ہو جاتے
ہیں حالانکہ کسی ڈگری کے مل جانے سے صرف یہ ظاہر
ہوتا ہے کہ اُس شعبۂ علم کے سمندر میں سے ایک قطرہ
پی لیا ہے یا زیادہ سے زیادہ ایک غوطہ لگا لیا ہے۔
لیکن ظاہر ہے کہ ایک قطرہ یا گھونٹ کے حلق سے
نیچے اُتر جانے سے پیاس بجھ نہیں سکتی ہے اور نہ
ہی ایک غوطہ لگا لینے سے گوہرِ مقصود مل جاتا ہے
بلکہ علم کے بحرِ بے کنار میں بے شمار موتی ہیں جن سے
ساری زندگی بھی جھولیاں بھرتے رہیں تو ختم نہیں ہو
سکتے بلکہ درحقیقت اصل کام تو شروع ہی ڈگری
کے حصول کے بعد ہوتا ہے۔ سند یا ڈگری حصولِ
علم کی پیاس لگانے کے مترادف ہے اور ایسا شخص
علم کے وسیع میدان میں داخل ہوتا ہے یا علم کے
لامحدود سمندر میں اُترتا ہے اِس نیّت اور عزم کے
ساتھ کہ ساری زندگی کچھ مزید پانے کے لئے اِس
میدان میں آگے سے آگے بڑھتا اور نئی سے نئی
منزلیں تلاش کرتا اور پاتا چلا جائے اور علم کے
سمندر سے جواہرات اکٹھے کرتا چلا جائے جن سے

خود بھی مالا مال ہو اور بنی نوع انسان کو بھی مالا مال کرتا چلا جائے۔ سند یا ڈگری کے حصول کے بعد مزید مطالعہ نہ کرنا اپنے آپ کو علمی موت مارنے کے مترادف ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ساری زندگی طالب علم بن کر "رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا" کی دعا کرتے ہوئے مسلسل مطالعہ اور علم کے حصول کی ساری راہوں کو اختیار کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ حقیقی اور کامل عالم اور علیم و خبیر صرف ایک اللہ جلّ شانہٗ کی ذات ہے اور بس۔

آئیے آخر میں علم کے بارے میں سیدنا حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ارشادات سے رہنمائی حاصل کریں۔ حضرت اقدس فرماتے ہیں:-

(۱) "یاد رکھو لغزش ہمیشہ نادان کو آتی ہے شیطان کو جو لغزش آئی وہ علم کی وجہ سے نہیں بلکہ نادانی سے آئی..... ساری سعادتیں علمِ صحیح کی تحصیل میں ہیں یہ جس قدر لوگ نصرانی ہوئے ہیں وہ جہالت کے سبب ہوئے۔ اگر علم کامل ہوتا تو انسان کو خدا نہ بناتے۔ خدا فرماتا ہے کہ جہنمی کہیں گے لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْ اَصْحَابِ السَّعِيْرِ۔ یہ جو کہتے ہیں کہ اَلْعِلْمُ الْحِجَابُ الْاَكْبَرُ یہ غلط ہے الجهلُ الحِجابُ الاَكْبَر۔ علم نور ہے وہ حجاب نہیں ہو سکتا بلکہ جہالت حجابِ اکبر ہے۔ خدا کا نام علیم ہے اور پھر قرآن میں آیا ہے اَلرَّحْمٰنُ ۙ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ۔ اسی لئے ملائکہ نے کہا لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا۔ مختصر یہ کہ یاد رکھو کہ ساری زہریں نادانی میں ہیں۔ جہالت سچ مچ ایک موت ہے۔ تمام اطبا اور ڈاکٹر اور دوسرے لوگ جو غلطی کھاتے ہیں وہ قصورِ علم کی وجہ سے کھاتے ہیں۔ انبیاء علم لے کر آتے ہیں۔ جب دنیا میں ظلمت چھا جاتی ہے اور مخلوق شیطان ہو جاتی ہے اور خدا سے کوئی تعلق نہیں رہتا اُس وقت اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو تجدید کے لئے بھیجتا ہے۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۲۹۷، صفحہ ۲۹۸)

(۲) "جب کوئی قوم تباہ ہونے کو آتی ہے تو پہلے اس میں جہالت پیدا ہوتی ہے اور وہ دین جو اُنہیں سکھایا گیا تھا اُسے بھول جاتے ہیں۔ جب جہالت پیدا ہوتی ہے تو اُس کے بعد یہ مصیبت اور بلا آتی ہے کہ اس قوم میں تقویٰ نہیں رہتا اور اس میں فسق و فجور اور ہر قسم کی بدکرداری شروع ہو جاتی ہے اور آخر اللہ تعالیٰ کا غضب اس قوم کو ہلاک کر دیتا ہے کیونکہ تقویٰ اور خدا ترسی علم سے پیدا ہوتی ہے جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا یعنی اللہ تعالیٰ سے وہی لوگ ڈرتے ہیں جو عالم ہیں۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی علم خشیت اللہ کو پیدا کر دیتا ہے اور خدا تعالیٰ نے علم کو تقویٰ سے وابستہ کیا ہے کہ جو شخص پورے طور پر عالم ہو گا اس میں ضرور خشیت اللہ پیدا ہو گی۔ علم سے مراد میری دانست میں علم القرآن ہے۔ اس سے فلسفہ، سائنس یا اور علوم مروّجہ مراد نہیں کیونکہ ان کے حصول کے لئے تقویٰ اور نیکی شرط نہیں جیسے ایک فاسق فاجر ان کو سیکھ سکتا ہے ویسے ہی ایک

(باقی صفحہ ۲۵ پر)

ایک رات ۔۔۔!

مکرم ماسٹر احمد علی صاحب ربوہ

رات دس بجے کا عمل تھا۔ صاف وشفاف آسمان پر چاند اپنے جمالِ جہاں تاب سے ضوفشانی کر رہا تھا۔ ربوہ کی فضاؤں پر رات کی فرحت بخش ہوائیں چل رہی تھیں۔ ایسے میں محبّانِ صادق فراقِ محبوب میں تارے گن رہے تھے۔ وادیٔ ربوہ پر ہمیشہ کی طرح ایک گہرا سکوت طاری تھا۔ ایسی خاموشی جس کے پیچھے آہوں اور گریہ وزاری کا طوفان جوش مار رہا ہوتا ہے۔ یہ رات میری زندگی کی نہ بھولنے والی رات بن چکی ہے کیونکہ اس رات نے مجھے اور میرے گھر والوں کو ایک ایسی روحانی لذّت عطا کی ہے جس کے تصور سے ہی میرا دل خوشی سے بھر جاتا ہے دکھوں کی کوکھ سے جنم لینے والی یہ مسرّت ایک رات کے کچھ حصّہ پر مشتمل ہے مگر مَیں جانتا ہوں کہ یہ صرف مجھے ہی حاصل نہیں بلکہ ایسی مسرّتوں نے آج سینکڑوں بندگانِ خدا کی راتوں کو بھی فرحاں وشاداں کیا ہوا ہے۔

عجیب طرب انگیز رات تھی۔ مَیں اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ سیّدنا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کے تذکرہ سے ہم لطف لے رہے تھے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے پُرسوز دعائیہ اشعار کا ذکر چل رہا تھا کہ اتنے میں میرا چھوٹا بیٹا جسکی عمر ۹ سال ہے اور جو اس ساری کارروائی میں بڑی دلچسپی سے شریک تھا اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکا اور ماں کے پہلو میں بیٹھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا اور اپنے محبوب آقا ایدہ اللہ تعالیٰ کی جدائی کا ذکر اس درد سے کیا کہ ہم سب کی آنکھیں برسنے لگیں۔ اتنے میں کسی نے ٹیپ ریکارڈ پر حضور کا منظوم کلام لگا دیا پھر حضور انور کی جلسہ سالانہ کی افتتاحی تقریر شروع ہوگئی۔ تلاوتِ قرآن کے دوران حضور کا پُرسوز لحن جو کانوں میں پڑا تو ضبط کے بندھن پھر ٹوٹ گئے۔

بچہ اٹھا اور سٹیریو کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا اور پیشانی اس پر رکھ کر ایسے درد بھرے لہجے میں رونے لگا کہ ہمارے بھی کلیجے پھٹ گئے۔ ایسا سماں طاری ہوگیا کہ وہ منظر بیان سے باہر ہے۔ بچے نے سٹیریو بند کر کے وہ کیسٹ نکال لی اسے چومتا تھا اور روتا تھا۔ اس معصوم کے جذبات کو اظہار کے لئے اور کوئی راہ نہ ملتی تھی کہ اس کی ماں اُٹھ کر اس کے پاس گئی اسے دلاسا دیا، پیار کیا، چوما اور کہا بیٹا نماز

میں یہ کیفیت پیدا کیا کریں۔ اپنی سجدہ گاہوں کو ان آنسوؤں سے تر کیا کریں۔ بچے نے کیسٹ سٹیریو میں ڈال دی اور ہم سب حضور کی تقریر سننے میں محو ہو گئے اتنے میں بچہ اٹھا، چپکے سے کمرے میں گیا اور نماز کیلئے کھڑا ہو گیا مگر ہمیں اس کا احساس اس وقت ہوا جب اندر سے اس کے بلک بلک کر رونے کی آواز آئی وہ معصوم اپنی بے داغ پیشانی اپنے خالق و مالک کے سامنے سجدے میں رکھے چیخ چیخ کر کچھ مانگ رہا تھا وہ اپنے پیدا کرنے والے سے کیا کہہ رہا تھا۔ وہ جملے کیا تھے! یہ شاید اُسے بھی معلوم نہ ہو مگر خدا تو بے زبانوں کی زبان بھی سمجھنے والا ہے اور وہی ہے جو دلوں کے بھیدوں کا بھی جاننے والا ہے اُسے تو ایسی چُپ کے اندر بھی سینوں میں مچلنے والی اُن آرزوؤں کا علم ہوتا ہے جو زبانوں پر زمانہ نہیں لانے دیتا۔ ہم سب سینوں پر غم کا طور اٹھائے اور آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگے یہ سارا نظارہ دیکھتے رہے۔ آخر بچے کی ماں یہ حالت نہ دیکھ سکی، اُٹھی اور بچے کا سر چوم کر دلاسا دیتے ہوئے کہا بس بیٹا بس! یقیناً وہ سمیع و بصیر تیری گریہ و زاری کو سُنے گا اور تیری مراد ضرور پوری ہوگی۔ یقیناً جلد تیرا محبوب تجھے ملے گا اور جلد ملے گا اب ختم کرو اور سلام پھیر دو۔ بچے کے دل کا بوجھ بھی ہلکا ہو چکا تھا اس نے سجدے سے سر اٹھایا، نماز مکمل کی اور سلام پھیرا۔ میں نے گھڑی دیکھی تو ۱۱ بج چکے تھے۔

بچہ اٹھا اور آ کر امّی کی گود میں سر رکھ کر کہنے لگا امّی! وہ دن کب آئے گا جب ہم حضور کو دیکھیں گے اور حضور کی پُرکشش تلاوت کی آواز سُنیں گے۔ ایسا کب ہوگا؟ امّی! بتاؤ کب؟

ہم سب اس کی اس حالت اور باتوں پر حیران تھے یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ نہیں بول رہا بلکہ کوئی غیبی طاقت ہے جو اسے بُلوا رہی ہے۔ بچے کی اُمّی کہنے لگی کہ یہ غیر معمولی تڑپ اور بے چینی، یہ اضطراب اور بے کلی خود اختیاری نہیں یہ تو میرے بیٹے کی لیلۃ القدر ہے، یہ اللہ کی دین ہے۔ جس قوم کے اتنے چھوٹے بچوں میں یہ سوز و گداز پیدا ہو جائے دُنیا کی کونسی طاقت ہے جو اسے مٹا سکے گی۔ احمدیت کے ایک بچے کے اِس طرزِ عمل نے مجھے یقین کی بلندیوں پر پہنچا دیا کہ صبح طرب ضرور آئے گی۔ خدا کی راہ میں بہنے والے آنسوؤں کا ہر قطرہ بحرِ مواج بن کر عرش کے کناروں پر دستک دے گا اور رحمتِ باری کے قدم اس پر پڑیں گے تو یہ پُرسکون ہو گا۔ یہ وہ رات تھی جو میرے دِل پر محبوب کی جدائی میں عاشق کے دل پر ٹوٹنے والی قیامت کے اَنمٹ نقوش چھوڑ گئی۔ میں سوچتا ہوں کہ نہ جانے کتنے گھروں میں یہ واقعہ روز دہرایا جاتا ہوگا اور کتنے ہی سینوں میں وہ بے قرار طوفان مچل رہے ہوں گے جو رات کی تنہائیوں میں اپنے رب کے سامنے بہتے ہیں اور کتنے ہی دل ہوں گے جو اپنے محبوب کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے بے تابانہ دعاؤں کی راہ سے پگھلتے ہیں۔

اے ہمارے مولیٰ! تُو تو سب کچھ جانتا ہے پھر تیرے دربار میں یہ تمنّائیں کب بار پائیں گی۔ اور اے آقا! تُو بھی تو ہماری طرح بے قرار ہے۔ ہمارے بغیر تیری آنکھوں میں نیند کہاں۔ ہم اپنی پلکوں سے تیری راہوں کے کانٹے چُن رہے ہیں۔ آقا! تیرے بغیر یہ گلشن اُداس ہے۔ کلی کلی مغموم ہے۔ تُو آئے گا تو اس میں پھر سے بہار آئے گی اور یہ پَودے پھر سے لہلہانے لگیں گے۔

بقیہ علم اور اس کے تقاضے

دیندار بھی۔ علم سے مراد علم القرآن ہے جس سے تقویٰ اور خشیت پیدا ہوتی ہے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ جس قوم سے تمہیں مقابلہ پیش آوے اُس مقابلہ میں تم بھی ویسے ہی ہتھیار استعمال کرو جیسے ہتھیار وہ مقابلہ والی قوم استعمال کرتی ہے۔ اور چونکہ آجکل ..... ایسے امور پیش کر دیتے ہیں جن کا سائنس اور موجودہ علوم سے تعلق ہے اِس لئے اس حد تک ان علوم میں واقفیت اور دخل کی ضرورت ہے ..... ان علوم میں کچھ نہ کچھ دسترس ضروری ہے۔"

(ملفوظات جلد ۸ صفحہ ۳۰۳)

دین خیر خواہی کا نام ہے ___ (الحدیث)

گو زندگی میں ہم پہ ہزاروں ستم ہوئے
نالاں کبھی نہ پھر بھی زمانے سے ہم ہوئے

آساں نہیں ہیں راہِ محبّت کی منزلیں
لاکھوں کے بے دریغ یہاں سر قلم ہوئے

اِک اِک قدم پہ سنگِ ملامت کا سامنا
اُلفت میں انکی کتنے ہیں بدنام ہم ہوئے

عشقِ بتاں بھی نارِ جہنّم سے کم نہیں
جس میں ہزاروں درد کے مارے بھسم ہوئے

اِس رہ میں جانے کتنے دِل و جان ہار کے
بزمِ جہاں سے راہیٔ ملکِ عدم ہوئے

توحیدِ حق کا چرچا ہے صدّیق ہر طرف
مبعوث جب سے دُنیا میں شاہِ اُمم ہوئے

محمد صدّیق امرتسری۔ ربوہ

مترجم: جناب عبدالمومن طاہر - ربوہ

(۱)

حضرت ابو بکرؓ اور رعایا کی نگہداشت

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میرے والد مدینہ کے مضافات میں سُنخ مقام پر رہا کرتے تھے۔ آپؓ نے کھجور کی ٹہنیوں اور پتّوں کی ایک جھونپڑی بنائی ہوئی تھی۔ مسندِ خلافت پر متمکن ہونے کے چھ ماہ بعد تک آپ وہیں مقیم رہے اور اس عرصہ میں سُنخ سے پاپیادہ مدینہ تشریف لانا آپ کا روزانہ کا معمول تھا تاہم کبھی کبھی گھوڑے پر بھی آجاتے تھے۔ مدینہ میں آپ نمازوں میں امامت کرواتے اور نماز عشاء کے بعد واپس ہوتے اگر کبھی آپ تشریف نہ لاسکتے تو عمرؓ امامت کے فرائض سرانجام دیتے۔ جمعہ کے روز پہلے پہر آپ گھر پر ہی رہتے داڑھی اور سر کے بالوں کو خضاب لگاتے اور پھر جمعہ کے لئے مدینہ روانہ ہوجاتے تھے۔

تجارت آپ کا پیشہ تھا۔ دن کے وقت بازار میں خرید و فروخت میں مصروف رہتے۔ بکریوں کا ایک ریوڑ بھی آپ نے پالا ہوا تھا جسے بعض اوقات آپ خود چراتے اور کبھی کوئی اور۔ لوگوں کی بکریوں کا دُودھ بھی آپ دوہ دیا کرتے تھے۔ خلیفہ منتخب ہوئے تو آپ نے ایک لڑکی کو یہ کہتے سُنا کہ اب ہماری بکریوں کا دُودھ کون دوہا کرے گا۔ آپ نے اسے بُلا کر فرمایا: خدا کی قسم! مَیں ہی تمہاری بکریوں کا دُودھ دوہ کر دیا کروں گا اور مجھے اُمید ہے کہ یہ نیا فرض (خلافت) میری کسی نیکی میں حارج نہ ہوگا۔ چنانچہ آپؓ ہی اس کی بکریاں دوہا کرتے تھے۔ بعض اوقات آپ اس لڑکی کو اس کی بکریاں چرانے کی پیشکش بھی کرتے چنانچہ اس کے کہنے پر آپ اس کی بکریاں چرا بھی دیا کرتے تھے۔ چھ ماہ تک سُنخ میں قیام کے دَوران آپ کے یہی معمولات رہے۔ جب آپ مدینہ تشریف لے آئے اور دیکھا کہ رعایا کی نگہداشت اور امورِ سلطنت میں یہ باتیں حارج ہو رہی ہیں تو آپ نے تجارت چھوڑ دی اور بیت المال سے کچھ رقم لے کر گھر کے اخراجات چلانے لگے۔ آپ کے لئے مسلمانوں نے چھ ہزار درہم سالانہ مقرر کئے۔ جب آپ کا وقت قریب آیا تو آپ نے فرمایا کہ مسلمانوں کے اموال میں سے جو کچھ ہمارے پاس ہے واپس کر دیا جائے مَیں اس مال میں سے اب کچھ بھی خرچ نہیں کرسکتا۔ بیت المال سے جو کچھ مَیں نے خرچ کیا ہے

اس کے عوض میری فلاں فلاں زمین بیت المال کے نام کر دی جائے۔ اس پر آپ کی وہ زمین، کچھ اونٹنیاں ایک غلام اور چند بکریاں حضرت عمرؓ کے حوالہ کر دی گئیں۔ جس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا: آپ نے اپنے اہل وعیال اور بعد میں آنے والوں کو مشکل میں ڈال دیا ہے۔ (المجتنیٰ صفحہ ۱۲۹، ۱۳۰)

(۲)

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ رو پڑے

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی زوجہ محترمہ فاطمہ بیان کرتی ہیں کہ ایک بار میں آپ کے پاس آئی اور دیکھا کہ آپ نماز پڑھ رہے ہیں اور آپ کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہے۔ میں نے کہا: امیر المؤمنین! کیا پریشانی ہے؟ فرمایا: فاطمہ! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کی دیکھ بھال کی نازک اور اہم ذمہ داری میرے کمزور کندھوں پر ڈال دی گئی ہے۔ مجھے یہ غم کھائے جا رہا ہے کہ میں یہ ذمہ داری کیونکر نبھا سکوں گا۔ مجھے فکر ہے ان ناداروں کی جو بھوک کا شکار ہیں اور غم ہے ان بیماروں کا جن کا کوئی پُرسانِ حال نہیں۔ سوچتا ہوں کہ اُن ناداروں کا کیا بنے گا جن کے پاس تن ڈھانکنے کو کچھ نہیں۔ میں ان لوگوں کے بارہ میں کیا جواب دوں گا جن پر ظلم ہو رہے ہیں اور ان کی فریاد رسی کرنے والا کوئی نہیں۔ دیارِ غیر میں اپنے عزیز و اقارب کی فرقت میں رونے والوں کے بارہ میں باز پُرسی ہوگی تو کیا عذر پیش کروں گا۔ ہاں! میرا کیا جواب ہوگا ان بے سہارا بوڑھوں کے بارہ میں جو عمر کے بوجھ تلے دبے جا رہے ہیں۔ اور کیا جواب دوں گا۔ ان کثیر العیال ناداروں کے بارہ میں جن کے پاس اہل وعیال کا پیٹ پالنے کو کچھ نہیں۔ ہاں ہاں! ان سب لوگوں کے بارہ میں جب خدا مجھ سے باز پُرس کرے گا تو کیا جواب دوں گا۔ میں ڈرتا ہوں کہ مجھ سے کوئی جواب بھی نہ بن پڑے گا۔

فاطمہ کہتی ہیں یہ کہہ کر آپ پھر رونے لگ پڑے۔

(المجتنیٰ)

(۳)

قرآن کریم اور ولید

اموی خلیفہ ولید بن یزید ایک روز تلاوتِ قرآن کریم کے دَوران جب اِس آیت پر پہنچا:

"وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ کُلُّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ...."

(یعنی انہوں نے فتح کی دعا مانگی چنانچہ ہر جابر دشمنِ (حق) خائب وخاسر ہو کر رہ گیا اور اس دُنیا کے عذاب کے بعد اسے جہنّم کا عذاب پہنچے گا اسے پیپ آمیز پانی پلایا جائے گا)

تو اس نے قرآن کریم اپنے سامنے گاڑ لیا اور اس پر تیر برسانے شروع کر دیئے اور قرآن سے مخاطب ہو کر درج ذیل شعر پڑھنے لگا۔

اَتُوْعِدُ کُلَّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ ❊ فَھَا اَنَاذَاکَ جَبَّارٌ عَنِیْدٌ
اِذَا مَا جِئْتَ رَبَّکَ یَوْمَ حَشْرٍ ❊ فَقُلْ یَا رَبِّ خَرَّقَنِیْ وَلِیْدٌ

کیا تُو ہر جابر دشمن کو ڈراتا پھرتا ہے۔ لے میں ہی وہ جابر دشمن ہوں تُو میرا بگاڑ ہی کیا سکتا ہے۔ جب قیامت کے روز تو اپنے ربّ کے پاس جائے تو اسے کہنا کہ خدایا مجھے ولید نے چھلنی کر ڈالا تھا۔

(المجتنیٰ)

یادِ رفتگان

جنہوں نے وقف کے تقاضوں کو خوب نبھایا

محترمہ مبارکہ خاتون صاحبہ اہلیہ مکرم ڈاکٹر رشید احمد صاحب۔ ربوہ

آپکی پیدائش ۹ اگست ۱۸۸۳ء کو لاہور میں ہوئی۔ آپ کی والدہ بچپن ہی میں وفات پا گئی تھیں آپ نے رنگ محل مشن سکول لاہور سے میٹرک کیا گورنمنٹ کالج لاہور سے ایف ایس سی اور اورینٹیل کالج الہ آباد سے بی اے کیا۔ ۱۹۰۱ء میں قادیان گئے اور دستی بیعت کی سعادت حاصل کی۔ ۱۹۰۳ء میں مستقل رہائش قادیان میں اختیار کی اور اپنی سروس (بطور لیبارٹری اسسٹنٹ گورنمنٹ کالج لاہور) کو خیرباد کہا آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ نے قدرتِ ثانیہ کے چاروں مظاہر کا زمانہ پایا۔ سیدنا حضرت مصلح موعود مرزا بشیر الدین محمود احمد کے دور میں اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے انگلینڈ اور امریکہ گئے۔ جماعت کے مختلف عہدوں پر فائز رہے۔ سالہا سال ناظر تعلیم و تربیت رہے۔ ہیڈ ماسٹر کے فرائض بھی ادا کرتے رہے۔ وفات کے وقت صدر، صدر انجمن احمدیہ کے عہدہ پر فائز تھے۔ چار پانچ سال کی طویل علالت کے بعد مورخہ ۷ مارچ ۱۹۸۳ء کو بوقت مغرب اپنے خالقِ حقیقی کے حضور حاضر ہوگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

مرحوم ہمارے پھوپھا لگتے تھے۔ مگر ہمارے خاندان کے دیگر افراد انہیں خالو جان کہتے تھے اس لئے ہم بھی انہیں خالو جان ہی کہتے تھے۔ جب پاکستان معرضِ وجود میں آیا تو میرے ابا جان (چوہدری ظہور احمد صاحب مرحوم ناظر دیوان) ربوہ آگئے اُن دنوں کچے کوارٹرز تھے۔ جن میں آپ رہتے تھے۔ حضرت مولوی صاحب بھی ربوہ تشریف لے آئے۔ اور ابا جان مرحوم کے کوارٹر میں ہی رہائش اختیار کی اور اپنا مکان بننے تک وہیں مقیم رہے۔ انہی دنوں گرلز کالج "جامعہ نصرت" کا قیام عمل میں آیا آپ نے میرے ابا جان مرحوم کو تحریک کی کہ اپنی بچی کو کالج میں داخل کرا دیں۔ چنانچہ اُن کی تحریک پر ابا جان مرحوم نے مجھے تعلیم کی خاطر جڑانوالہ (جہاں ہم والدہ کے ہمراہ رہتے تھے)

سے ربوہ بلا لیا۔ میں پہلے روز اکیلی کالج جانے سے بہت ہچکچا رہی تھی۔ حضرت مولوی صاحب نے فرمایا گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں میں مسز شاہ (پرنسپل جامعہ نصرت) کے نام چٹھی لکھ دیتا ہوں۔ میں نے کالج جا کر مسز شاہ کو حضرت مولوی صاحب کی چٹھی دی۔ انہوں نے پڑھ کر مجھے ایک فارم دیا اسے وہیں پر کروا کے میرا نام داخل کر لیا۔ آپ میرے ساتھ اتنی شفقت و احترام سے پیش آئیں کہ میری ساری گھبراہٹ پہلے روز ہی جاتی رہی

پیارے ابا جان مرحوم، حضرت مولوی صاحب اور میں کچھ عرصہ ایک ہی کوارٹر میں اکٹھے رہے یہ میری خوش قسمتی ہے کہ مجھے اس عظیم انسان کو قریب سے دیکھنے کا موقعہ ملا اور میں نے ان سے بہت سی باتیں سیکھیں وہ اپنی ہر چیز قرینے سے رکھتے اور ہر چیز کی ایک معین جگہ تھی۔ مجھے فرمایا کرتے تھے "بی بی" کمرے کی جتنی مرضی صفائی کرو مگر کوئی چیز اپنی جگہ سے نہ سرکے۔

سفید سوتی لباس (قمیض پائجامہ) پہنتے تھے۔ سر پر ٹوپی رکھتے تھے لباس صاف ستھرا استری سے بے نیاز ہوتا تھا۔ اس کے باوجود ان کا چہرہ بہت نورانی اور بارعب لگتا۔ آپ کا کھانا پینا اور اوڑھنا بھی بالکل سادہ تھا۔ غذا بالکل معمولی کھاتے۔ بالکل بے نفس انسان تھے۔ کھانا شروع کرتے وقت پیارے ابا جان مرحوم ہمیشہ سالن کی ڈش اور پلیٹ ان کی طرف بڑھاتے مگر انہوں نے ہمیشہ باصرار ابا جان مرحوم سے ہی ابتدا کروائی۔ پیارے ابا جان نے تھوڑا سا سالن اپنی پلیٹ میں لیکر ان کی طرف ڈش بڑھا دینی اور حضرت مولوی صاحب نے بھی تھوڑا سا سالن اپنی پلیٹ میں ڈالتا۔ باقی ڈش اور روٹیاں مجھے پکڑا دیتے اور ہنس کر فرماتے۔ بی بی یہ سارا کھانا آپکو کھانا ہوگا۔ ورنہ جرمانہ لگے گا۔

کالج جانے سے پیشتر سٹوو پر چائے بناتی اور ان دونوں شفیق ہستیوں کی خدمت میں پیش کرتی۔ حضرت مولوی صاحب میرے اس معمولی کام پر بہت مشکور و ممنون ہوتے۔

چائے کے کپ کے ساتھ وہ ایک آدھ رس لیتے اور دوپہر تک اسی پر گزارہ کرتے چھٹی کا دن میرا مصروف ترین دن ہوتا۔ آپ نے آہستہ سے ابا جان مرحوم کو کہنا۔ بی بی کو کہیں پڑھائی کیطرف زیادہ توجہ دے گھر کے کاموں پر زیادہ وقت ضائع نہ کرے۔ آپ بہترین داعی الی اللہ تھے۔ آپ نے حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کا مبارک زمانہ پایا۔ اور عین نوجوانی کے ایام میں اپنے آپکو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی خدمت میں وقف کیا اور اس وقف کو زندگی کے آخری سانس تک نبھایا۔ اپنی

زندگی دینِ حق کو پھیلانے اور انسان کی فلاح و بہبود کیلئے وقف کر رکھی تھی اور اپنی اس قربانی پر اسقدر سختی سے کاربند رہے کہ یورپ کی مسموم اور آنکھوں کو خیرہ کردینے والی فضا بھی ان پر اثر انداز نہ ہو سکی۔

آپ بہت کفایت شعار تھے۔ اپنے سب فرض ادا کرنے کے بعد مالی لحاظ سے تونگر تھے۔ چاہتے تو اپنے نفس کو آرام و ناز سے رکھتے۔ لیکن آپ نے اپنی وہی پرانی روش برقرار رکھی بس اتنا ہی خرچ کیا کہ زندگی کی گاڑی چلتی رہے۔ جو کچھ بچتا چندوں میں دے دیتے۔ ایک دن ابا جان مرحوم سے کہہ رہے تھے "چوہدری صاحب اتنا لمبا عرصہ کفایت شعاری کرکے عادت سی بن گئی ہے اب استطاعت ہوتے ہوئے بھی فضول خرچی کو دل مانتا ہی نہیں"۔ قربانی کا یہ جذبہ زندگی کے آخری سانس تک رہا۔

آپ تعلیمِ نسواں کے زبردست حامی تھے۔ میری پڑھائی میں خصوصی دلچسپی لیتے تھے۔ اور اکثر زبانی TENSES کی مشق کرواتے فرمایا کرتے انگریزی زبان بہت آسان ہے بشرطیکہ TENSES آجائیں۔ میری انگلش کمزور تھی دفتر سے ہر روز انگلش اخبار لے آتے اور روزانہ واپس لے جاتے حالانکہ میں اس اخبار سے زیادہ مستفید نہیں ہوتی تھی۔ زیادہ سمجھ تو آتی نہ تھی بس موٹی موٹی خبریں پڑھ لیتی۔ مجھے ہمیشہ ڈکشنری استعمال کرنے پر زور دیا۔ میرے پاس عام سی ڈکشنری تھی جو انہوں نے مجھے استعمال کرنے سے روک دیا اور اپنے پاس سے آکسفورڈ ڈکشنری دی اور ہمیشہ اسی کو استعمال کرنے کی ہدایت دی۔ علاوہ تعلیمی سرگرمیوں کے وہ صحتِ جسمانی پر بھی زور دیتے اور مجھے پوچھتے کالج میں کھیلتی ہو یا نہیں اگر نہیں کھیلتی تو میں مسٹر شاہ سے خود بات کروں گا۔ ایف اے میں کالج کی مائی حمیدہ مجھے گھر سے کالج ساتھ لے جاتی اور واپسی پر چھوڑ کر جاتی۔ ان کو یہ بات پسند نہ تھی۔ انہوں نے ابا جان مرحوم کو کہہ کر مائی حمیدہ کو اس ڈیوٹی سے فارغ کروا دیا۔ اُن کے خیال میں موجودہ زمانہ کے لحاظ سے لڑکیوں میں جرأت خود اعتمادی اور بہادری کا جذبہ ہونا چاہیئے۔ فرمایا کرتے تھے۔ انہوں نے بڑے بڑے کام کرنے ہیں۔ احمدی بچوں اور بچیوں کو زندگی کے ہر میدان میں نمایاں اور مثالی ہونا چاہیئے۔

آپ غضِ بصر سے کام لیتے جب بھی بات کرتے آپکی نظریں جھکی ہوتیں۔ اور چہرہ پر ہلکی مسکراہٹ۔ آپکی گفتگو کا مرکزی پہلو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اور سلسلہ کے واقعات ہوتے۔ اور احمدیت کا مقصد کیا ہے

گھوم پھر کر آپکی گفتگو کا مرکزی نقطہ یہی مضمون ہوتا
آپ روشن و عالی دماغ تھے۔ علم دوست
انسان تھے اپنا علم دوسروں میں زیادہ سے
زیادہ منتقل کرنے کا بے لوث جذبہ آپکے اندر تھا
آپ حد درجہ عبادت گزار
انسان تھے۔ پنجگانہ نماز کے علاوہ نماز تہجد
بھی باقاعدہ ادا کرتے۔ انکی زبان ہر وقت
ذکر الٰہی سے تر رہتی۔ دست در کار اور دل
بایار کے صحیح مصداق تھے اپنے آپکو فنا فی
اللہ کر لیا ہوا تھا۔ قرآن شریف دن میں کئی
کئی دفعہ پڑھتے۔ رات کو ٹارچ کی روشنی میں
تلاوت کرتے (اُن دنوں ربوہ میں بجلی نہیں تھی)
چلتے پھرتے تسبیح وتحمید کے علاوہ اِرْحَمْ
یا ارحم الرّاحمین بہت پڑھتے۔ درود
شریف کثرت سے پڑھتے۔ دوسری دعائیں بھی
پڑھتے رہتے۔ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا
یُّنَادِیْ لِلْاِیمان .... فَاغْفِرْ لَنَا
ذُنُوْبَنَا۔ پر آکر بہت روتے اور بار بار کہتے
ہی چلے جاتے اور آواز رقّت سے بلند ہو جاتی
کون کون سی دعا تھی جو وہ نہیں پڑھتے تھے
ان کے پاس دین و دنیا کے علم کا وسیع خزانہ تھا
عبادت کرتے ہوئے بلک بلک کر رو دیا کرتے
تھے۔ میرا دل بہت پریشان ہو جاتا میں نے
ڈرتے ڈرتے ایک آدھ دفعہ پیارے اباجان
مرحوم سے پوچھا بھی کہ آپ کو کیا دکھ ہے جو
اس طرح روتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا
اللہ تعالیٰ کی محبّت میں سرشار رہنے والے
لوگ اسی طرح ہوتے ہیں۔ ان کے اپنے
ربّ سے راز و نیاز ہیں
سلسلہ کے کارکنوں سے بہت محبّت
تھی افراد جماعت احمدیہ کی تکلیف پر اس طرح
تڑپتے جس طرح اُن کے جسم کا حصّہ ہوں
اور ان کو گویا خود یہ تکلیف پہنچی ہو۔ جب
حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب درد کی وفات
ہوئی تو دلی دکھ اور کرب کا اظہار کیا بار بار
گھبرا کر کہتے سلسلہ کا بہت نقصان ہوا ہے
اور اِنَّا لِلّٰہ .... پڑھتے رہے اور
اباجان مرحوم سے ان کی باتیں کرتے رہے
اور اس صدمہ کو ایسے محسوس کیا جیسے ان
کا حقیقی بھائی اس دنیا سے رخصت ہوا ہو۔
آپ کو خاندان حضرت اقدس سے بے انتہا
پیار تھا۔ یہ بات انہوں نے بارہا مجھ سے پوچھی
اور تاکید بھی کی کہ خاندان حضرت اقدس
کے لئے دعا کرتی ہو یا نہیں۔ فرمایا ہماری سب
دعائیں بے معنی ہیں اگر ہم ان کو اپنی دعاؤں
میں یاد نہیں رکھتے اور ہمیشہ ان کو اور امام
وقت کو اپنی دعاؤں میں فوقیت دینے پر
زور دیا۔
حضرت مرزا عزیز احمد صاحب سے انکی
بہت دوستی تھی ایک دوسرے سے پیار و محبّت

کے علاوہ بے تکلفی بھی تھی ۔ دونوں کی دفتری
ملاقات کے علاوہ گھر پر بھی ملاقاتیں ہوتی
رہتیں ۔ ایک دن حضرت مرزا صاحب انکے
لئے ایک شیشی میں سالم پیاز اور مرچ کا اچار
لائے جو کہ سرکہ میں ڈالا گیا تھا ۔ کھانے کے
دوران مجھے بھی کبھی کبھی دے دیتے جو اس
وقت بے حد لذیذ لگتا تھا ۔

آپ بیحد صابر و شاکر انسان تھے ۔
آپنے اپنی زندگی میں اپنے قریب ترین عزیزوں
کی وفات کے بہت صدمات دیکھے اور اُف
تک نہ کی ۔ خدا تعالیٰ کی رضا پر ہمیشہ راضی رہے
کبھی بھی بے صبری کا مظاہرہ نہ کیا ۔ جوان بیٹے
پوتے ۔ داماد کا صدمہ پے درپے تھوڑے
وقفہ کے بعد دیکھنا پڑا ۔ آپ سب کو صبر اور
صبر کی ہی تلقین کرتے ۔ آخری دنوں میں
آنکھوں میں موتیا اتر آیا تھا ۔ لاہور جا کر اپریشن
کروایا ۔ جو کامیاب نہ ہوا ۔ بینائی کے نہ ہونے
سے انہیں افسوس تھا کہ وہ قرآن شریف
نہ پڑھ سکتے تھے ۔ میرے پیارے ابا جان
مرحوم سے بہت محبت تھی اور یہ سلسلہ
تاحیات جاری رہا ان کو اپنا بیٹا بھی سمجھتے
دوست مونس اور غمخوار بھی ۔ اپنا ہر دکھ درد
ایکدوسرے کو بتاتے ۔ دونوں ہی پیار کے
علاوہ ایکدوسرے کا بہت احترام کرتے ۔
آپ کا حافظہ غیر معمولی تھا ۔ آپ کو بہت دیر
کی اور پرانی باتیں یاد رہتی تھیں ۔ دفتر سے
آنے کے بعد گھر کافی فارغ وقت بھی ہوتا
جس میں وہ ابا جان مرحوم سے باتیں کرتے
بانی سلسلہ احمدیہ کے زمانے کی ۔ قیام یورپ
وامریکہ کی باتیں ۔ افسوس اُس وقت مجھے
اتنا شعور نہ تھا ورنہ توجہ سے انکی روح پرور
باتیں سنی ہوتیں ۔

حضرت مولوی صاحب نے مجھے اپنی
بیٹی بنایا ہوا تھا اور میرے ساتھ بڑی شفقت
ورحمت کا سلوک کرتے ۔ وہ مجھے ہر سال
عیدالفطر کے موقعہ پر بڑے اہتمام سے
عیدی بھجواتے اور عید مبارک اور ساتھ
دعائیں لکھتے ۔ بقر عید پر گوشت مٹھائی
وغیرہ ارسال کرتے ۔ یہ سلسلہ انکی طرف سے
ربع صدی سے زیادہ عرصہ تک جاری رہا ۔

آپ اپنے فرائض پر وقت ادا کرتے ۔ سکول
کے زمانہ میں وقت پر جاتے ۔ اگر کوئی ٹیچر دیر
سے آتا ۔ تو آپ سرزنش کرنے کی بجائے اپنی
گھڑی ان کے سامنے کرتے اس پر وہ ٹیچر
خود بخود سمجھ جاتا اور آئندہ وقت کی پابندی کرتا
سکول میں نادار طلباء کی مدد کرتے اور اپنی
جیب سے ہی کرتے اور پھر اس چیز کو دوسروں
پر ظاہر بھی نہ ہونے دیتے ۔ یہ بات وہ بڑے فخر اور
خوشی سے بتایا کرتے " میں نے حضرت بانی
سلسلہ احمدیہ کے ساتھ نمازیں پڑھیں ۔

تقریباً گیارہ ہزار نمازیں اُنکے ساتھ ادا کیں جن میں سے بیسیوں دفعہ ان کے کندھے سے کندھا ملا کر ادا کیں اور میری یہ انتہائی خواہش ہوتی کہ ان کے ساتھ جگہ ملے اور ان کے کندھے سے میرا کندھا مَس ہو جب ایسا نہ ہوتا تو میری یہ کوشش ہوتی کہ ان کے بالکل پیچھے جگہ ملے جب سجدہ کروں تو ان کے پاؤں کے پیچھے سر آئے اور یہ چیز بھی بیسیوں دفعہ ہوتی تھی کیونکہ آپکی طبیعت میں کافی حجاب تھا اور عمر بھی زیادہ نہ تھی اس لئے آپ فرماتے ہیں "میں احتراماً آگے آگے نہیں آتا تھا بلکہ دوسرے بزرگ مولوی عبدالکریم صاحب اور مفتی محمد صادق صاحب وغیرہ ہوتے تھے۔ ویسے حضرت صاحب سب کو قربت کا موقعہ دیتے رہتے۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے ساتھ نمازیں پڑھنے کا لطف محسوس کرتا ہوں اور یہ چیز ہمارے سارے خاندان کیلئے برکت کا موجب ہے"

جب حضرت مولوی صاحب کا اپنا مکان تیار ہو گیا (جو پیارے اباجان مرحوم کی زیر نگرانی تعمیر ہوا تو آپ وہاں منتقل ہو گئے مکان دور ہو جانے کے باوجود انہوں نے اپنے تعلقات کو خوب نبھایا۔ ان کی دعاؤں کے طفیل اللہ تعالیٰ نے ہر قدم پر اپنی نصرت سے نوازا۔ یہ میری از حد خوش بختی ہے کہ انہوں نے مجھے اور میرے خاندان کو ہمیشہ اپنی دعاؤں میں یاد رکھا اور پھر باقاعدہ قبولیت دعا تک پوچھتے رہتے کہ کیا بنا اور ہر مسئلہ کے حل ہو جانے تک دعاؤں میں لگے رہتے۔ میرے بیٹے عزیزم انس احمد رشید سلمہٗ نے کیڈٹ کالج میں داخلہ لینا تھا۔ اسکی کامیابی کیلئے دعا کرنے کو کہا جب بھی ملاقات کیلئے جاتی پوچھتے انس کے داخلہ کا کیا بنا دعا کر رہا ہوں جب انکو بتایا کہ اسے آپکی دعاؤں کے طفیل داخلہ مل گیا ہے۔ تو بہت خوشی کا اظہار کیا اور بار بار الحمدللہ کہا۔

حضرت مولوی صاحب ۱۹۷۸ء میں سخت بیمار رہے۔ اباجان مرحوم ان کی طرف سے بہت فکر مند تھے۔ اس دوران پیارے اباجان کو حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ کے ہمراہ کسر صلیب کانفرنس کے موقعہ پر یورپ جانے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ نے جاتے ہوئے مجھے فرمایا۔ پُتّر! مولوی صاحب کا میرے پیچھے خیال رکھنا۔ ہم دعائیں کریں گے۔ چنانچہ پانچ ماہ تک میں باقاعدہ انکو دیکھنے جاتی رہی جب جاتی بہت خوش ہوتے۔ جیسا کہ میں پہلے لکھ چکی ہوں انکی بصارت جاتی رہی تھی

(باقی صفحہ ۴ پر)

سائنس کی دنیا

شیخ منیر احمد
کراچی

سمندر ایک نعمتِ خداوندی

(تیسری قسط)

سمندر میں زندگی اور اس کی اقسام

ہمارے اِس خشک کُرۂ ارض کی زندگی کا آغاز سمندری دُنیا میں زندگی کے ساتھ شروع ہوا۔ کروڑوں سال پہلے پانی میں کچھ CHEMICAL ELEMENT ایک دوسرے سے ملے اور اِس طرح انہوں نے ایک دوسرے پر اپنے اثرات مرتب کئے اور یوں زندگی کا آغاز ہوا پھر ان ELEMENTS میں REPRODUCTION کی قابلیت پیدا ہوئی چنانچہ انہوں نے اپنے DESCENDENTS میں اپنی اِس خصوصیت کی نشوونما کی تو ان میں یہ قابلیت اور بھی زیادہ ہو گئی۔ اُس وقت سمندر میں کوئی درخت یا پھول وغیرہ نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ صرف کائی ALGAE ، SEA WEED اور کچھ دوسرے اسی قسم کے پودے پائے جاتے تھے۔

سمندر میں پائے جانے والے جانور ایک زنجیر کی طرح کی زندگی گزارتے ہیں کیونکہ ہر بڑے جانور کی خوراک چھوٹا جانور ہوتا ہے اِس لئے سائنسدان اس کو THE CHAIN OF LIFE کہہ کر پکارتے ہیں۔

انیسویں[19] صدی کے ایک جرمن ZOALOGIST ERNST HAECKEL سمندر کی زندگی کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ پہلا گروپ NEKTON ، ایسے جانور جو کہ سمندر کے پانی میں تیرتے ہیں اور دوسرا گروپ BENTHOS وہ جانور جو کہ سمندر کی تہہ میں چھپتے ہوئے ہیں یا سمندر کی تہہ میں رینگتے ہیں۔ پھر ۱۸۸۷ء میں ایک اور جرمن سائنسدان VICTOR HENSON نے ان دو گروپس میں ایک اور گروپ کا اضافہ کیا جس کو PLANKTON کہتے ہیں۔ اس گروپ میں وہ پودے اور جانور ہیں جو کہ سمندر کے کرنٹ میں بہتے رہتے ہیں۔

جانوروں کا یہ تیسرا گروپ سب سے اہم ہے کیونکہ دوسرے جانوروں کی زندگی کا انحصار اسی پر ہوتا ہے۔ یہ گروپ ہماری نظروں سے اوجھل سب سے

اہم کام یعنی فوٹو سینتھیسز (PHOTO SYNTHESIS) انجام دیتا رہتا ہے۔ اس گروپ کے پودے سورج سے توانائی حاصل کرکے جانوروں کے لئے غذا فراہم کرتے ہیں۔ یہ GREEN SUBSTANCE کو کلوروفل (CHLOROPHYLL) میں تبدیل کرکے کاربن ڈائی آکسائڈ اور معدنیات کے طور پر کاربوہائیڈریٹس (CARBOHYDERATES)، پروٹینز (PROTIENS) اور فیٹس (FATS) بناتے ہیں۔ سورج کی RODEANT انرجی پودوں کے پتوں کے TISSUS میں STORED ہوتی ہے۔

اِن PHOTO PLANKTON کے گروپ میں سب سے اہم پودا DIATOM کہلاتا ہے سمندر میں تقریباً ۲۰،۰۰۰ مختلف قسم کے DIATOMS پائے جاتے ہیں۔ سب سے بڑے DIATOM کا سائز ایک انچ کے تیسویں حصہ یعنی ۱/۳۰ کے برابر ہوتا ہے اس لئے یہ ہمیں عام نظروں سے دکھائی نہیں دیتا۔ ان میں سب سے چھوٹا سائز ایک انچ کے تین ہزارویں حصّہ کے برابر ہوتا ہے یعنی ۱/۳۰۰۰۔ ان میں سے کچھ تو اکیلے اکیلے تیرتے ہیں لیکن ان میں سے اکثر بارہ بارہ کا گروپ بنا کر رہتے ہیں۔ ایک STRING کے NECKLESS کی طرح DIATOMS کی REPRODUCTION ان کے SPLITTING کے ذریعہ ہوتی ہے یعنی ان ہی کے گروپ میں آہستہ آہستہ ایک ایک کا اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ ان کی شرح پیدائش بھی بہت تیزی سے بڑھتی ہے۔ ایک DIATOM ایک مہینے میں سو ملینز (100 MILLIONS) کا اضافہ کرتا ہے۔ ان کی تعداد کا اندازہ اسی بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اچھے موسم میں ایک گیلن پانی میں یہ کروڑوں کی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔

PHOTOPLANKTON کا دوسرا اہم گروپ FLEGELLATES کہلاتا ہے۔ یہ بہت چست (ACTIVE) مخلوق ہے۔ ان کے جسم پر WHIPS ہوتا ہے۔ یہ جانور سمندر کی اُوپر کی سطح پر رہتے ہیں اور وہاں PHOTO SYNTHESIS بناتے ہیں۔ ان کے علاوہ کچھ دوسرے FLEGELLATES بھی ہوتے ہیں لیکن ان کے جسم پر WHIPS نہیں ہوتے بلکہ SHELLS ہوتے ہیں جو کہ CELLULOSE سے بنتے ہیں۔ ان ہی FLEGELLATES میں ایک اور قسم ہوتی ہے جس کو DINO FLEGELLATES کہتے ہیں۔ ان کے جسم پر دو WHIPS ہوتے ہیں۔ ان کے جسم سے کچھ ہلکی ہلکی روشنی نکلتی ہے۔ اِس لئے جب یہ کئی سارے FLEGELLATES ایک جگہ جمع ہوتے ہیں اور یہ گروپ کسی ISLAND کی سایہ دار جگہ پر ہو تو بہت چمکتے ہیں۔ ان DINO FLEGELLATES کا ایک گروپ جمیکا کے جزیرہ (ISLAND) کے FAL MOUTH کے قریب واقع ہے اور دوسرا گروپ WESTERN COAST OF PUERTO RICO کے قریب واقع ہے۔

PHOTOPLANKTONS اُن جگہوں

پر پائے جاتے ہیں جہاں پر PHOTO SYNTHESIS ہو سکتے ہیں NORTHERN LATTITUDE میں ۱۰۰ فٹ سے لے کر ۱۳۰ فٹ کی گہرائی تک ملتے ہیں۔ TROPICAL علاقہ میں ۱۵۰ فٹ کی گہرائی تک اور کہیں کہیں یہ ۳۲۵ فٹ کی گہرائی تک بھی ملتے ہیں۔ یہ مخلوق سمندر کی بہت گہرائی میں بھی ملتی ہے ۴۰۰۰ فٹ کی گہرائی تک ان کی زندگی کے آثار ملتے ہیں۔ چنانچہ ایک سائنسدان WILLIAM BEABE کی اس ضمن میں گواہی موجود ہے۔ یہ مخلوق سمندر کی CHAIN OF LIFE کی پہلی کڑی ہے۔

CHAIN OF LIFE کا دوسرا گروپ ZOOPLANKTON کہلاتا ہے۔ یہ گروپ PHOTOPLANKTON پر گزارہ کرتا ہے اور پھر دوسرے بڑے جانور اس پر گزارہ کرتے ہیں۔ سمندر کی بڑی مخلوق وہیل جس کا وزن ۱۰۰ ٹن ہوتا ہے وہ بھی اپنی پوری جسامت تک پہنچنے کے لئے دس ہزار ٹن EUPHAUSIDE کھاتی ہے۔ سمندر کی انتہائی گہرائی کی مخلوق بھی PHOTO PLANKTON کھاتی ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ انتہائی گہرائی میں PHOTO SYNTHESIS نہیں ہوتا جس کی وجہ سے وہاں PHOTOPLANKTON بھی نہیں ہوتے۔ چنانچہ گہرائی کے جانور روزانہ تقریباً ایک میل کا فاصلہ اونچائی کی طرف طے کر کے PHOTOPLANKTON استعمال کرتے ہیں۔

سمندر کی دیو قامت مخلوق

سمندر کی مخلوق صرف مچھلی، STAR FISH، JELLI FISHES یا مگرمچھ ہی نہیں بلکہ سمندر میں کچھ ایسی عجیب الخلقت اور قوی ہیکل مخلوق کے بارے میں بھی سنا گیا ہے ایسی مخلوق کی موجودگی کو ہم سرے سے غلط نہیں کہہ سکتے کیونکہ ہم سمندر کی انتہائی گہری تہہ تک نہیں پہنچ سکے سوائے چند ایک تہہ کے۔ IMPOSSIABLE اور IMPROBABLE میں بہت فرق ہے اور MONSTER اور SERPENT کی سمندر میں موجودگی IMPOSSIABLE نہیں بلکہ IMPROBABLE ہے۔

اس مخلوق کے بارے میں MR. OCEANOGRAPHER اپنی زندگی کے واقعات بیان کرتے ہیں جن میں ان کو ایسی مخلوق دیکھنے کا موقع ملا۔

اسی طرح کی ایک رپورٹ ۶ اگست ۱۹۴۸ء کی ہے، ۳۰۰ میل افریقن کوسٹ سے دور SOUTH ATLANTIC میں ایک جہاز DAEDALUS انگلینڈ واپس آرہا تھا اس جہاز کا کیپٹن واقعات اس طرح بیان کرتا ہے کہ پانچ بجے کے قریب جہاز کے MIDSHIPMAN نے سمندر میں کچھ عجیب سی مخلوق دیکھی اور اپنے آفیسرز کو اطلاع دی میں بھی جلد ہی بورڈ پر پہنچ گیا تا کہ حالات کا معائنہ کیا جا سکے دیکھنے پر پتہ چلا کہ یہ ایک بہت بڑا SERPENT ہے اس کا سر کندھوں سے چار فٹ سائز کا سمندر کی سطح سے بلند تھا پھر ہم اس کے اتنا قریب ہوئے

جتنا کہ ہو سکتے تھے۔ اس کی کُل لمبائی ۶۰ فٹ تھی جو کہ سمندر کی سطح پر ہمیں دکھائی دے رہی تھی، یہ SERPENT ہمارے جہاز کے بہت قریب سے گزرا کہ ہم اپنی آنکھوں سے اُس کی جلد کو دیکھ سکتے تھے اس SERPENT کی چوڑائی گردن کے پاس ۱۵، ۱۶ انچ تھی اس کا رنگ گہرا براؤن (DARK BROWN) اور گردن کے پاس سے YELLOWISH WHITE تھا۔ اس مخلوق کے FINS نہیں تھے۔ BUT SAME THING LIKE A MANE OF HORSE.

دوسرا واقعہ ۱۸۹۳ء کا ہے UMFALI ایک SOUTH AFRICAN SHIP ہے اس جہاز کے عملہ نے ۵۰۰ فٹ دُور سے ایک ۸۰ فٹ کی مخلوق دیکھی۔ اس جہاز کا کپتان R.J. CRINGLE تھا انہوں نے جو مخلوق دیکھی اُس کا سر اور گردن ۱۵ فٹ سطح سمندر سے اُوپر تک تھی اور نیچے کا جسم یہ نہیں دیکھ سکے۔

۷ دسمبر ۱۹۰۵ء کو دو BIOLOGIST اپنی پرائیویٹ کشتی VALHALLA میں جب یہ برازیل کے COAST سے کچھ آگے بڑھے تو انہوں نے ایک SEA SERPENT دیکھا جس کا سر او گردن سطح سمندر سے اُوپر تھا اس کی گردن انسانی جسم جتنی موٹی اور سات آٹھ فٹ سطح سمندر سے باہر تھی۔ اس کا سر اور آنکھیں کچھوے جیسی تھیں۔

SEA SERPENT کے بعد دوسری بڑی اور قوی ہیکل مخلوق جو سمندر سے تعلق رکھتی ہے اُس کا نام KRAKAN ہے۔ یہ بڑے OCTOPUS کی طرح کی مخلوق ہے۔ اس مخلوق کے بارے میں پہلی کتاب ۱۵۵۵ء کی ہے۔ اِس کتاب کے مطابق KRAKAN ایک مچھلی کی طرح کا جانور ہے جو کہ ناروے کے ساحل پر پایا جاتا ہے۔ اس کی جسامت بہت ڈراؤنی ہوتی ہے۔ اس کا سر چکور سا ہوتا ہے۔ پورے سر پر PRICKLES ہوتے ہیں اس کے سر پر نوکدار اور لمبے سینگ ہوتے ہیں۔ اسکی طاقت کا اندازہ اِس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ یہ اکیلا ہی بڑے سے بڑے جہاز کو اُس کے تمام عملہ سمیت آسانی سے ڈبو سکتا ہے۔ اِس کتاب میں اسکے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ اِتنی بڑی جسامت کا ہوتا ہے کہ بعض دفعہ ملاح اس کو ISLAND (جزیرہ) سمجھ کر اس پر اُتر جاتے ہیں اور جب یہ جانور نیچے بیٹھتا ہے تو وہ بھی اس کے ساتھ سمندر میں ڈبکیاں کھاتے ہیں۔

اِس رپورٹ کے بعد اٹھارھویں صدی میں ایک NORWAGIAN شخص نے اِس KRAKAN پر تحقیق کی۔ اس کا نام ERIK PONTOPPIDAN ہے۔ یہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ۲۰ - ۲۵ مچھیرے ساحل سے مچھلیاں پکڑنے جاتے تھے اور اپنے اپنے کانٹے سمندر میں ڈال دیتے تھے۔ ہمیں KRAKAN کی موجودگی کا اندازہ لگانا پڑتا تھا۔ ہم لوگ یہ دیکھتے تھے کہ آیا سمندر کی گہرائی میں کمی تو نہیں ہو رہی ہے۔

جب ہمیں اس بات کا اندازہ ہو جاتا کہ ہمارے سمندر کی گہرائی کم ہوتی جارہی ہے تو ہم فوراً اپنے اپنے کانٹے سمندر میں چھوڑ کر بھاگتے ہوئے واپس ساحل پر آجاتے۔ ساحل پر آکر ہم یہ دیکھتے کہ KRAKAN سمندر کی سطح پر بلند ہو رہا ہے۔ یہ ایسا موقع ہوتا تھا کہ کسی کو وہاں ٹھہرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی اور سب کے سب بھاگ کر جائے پناہ پر پناہ لیتے تھے۔

ERIK PONTOPPIDAN اپنی اس کتاب میں KRAKAN کی جسمانی ساخت کے بارے میں کچھ اس طرح اظہار خیال کرتے ہیں کہ سمندر کی سطح پر کچھ چھوٹے چھوٹے جزیرے ظاہر ہوتے تھے جو کہ SEA WEEDS کی طرح سمندر پر تیرتے ہوتے تھے۔ پھر کہتے ہیں کہ کبھی ایسا ہوتا تھا کہ سمندر کی سطح پر کچھ نوکدار سینگ کی طرح نمودار ہوتے تھے اور پھر اوپر ہوتے ہوتے وہ موٹے ہوتے جاتے تھے اور اوپر ہوتے ہوئے وہ اتنے بڑے بڑے ظاہر ہوتے تھے کہ ایک درمیانی قسم کی کشتی کے برابر ہو جاتے تھے لیکن حقیقتاً یہ اس جانور کے بازو ہوتے تھے۔

سمندر کی ایک اور بڑی مخلوق جس کا نام CAPHALAPODS ہے۔ یہ یونانی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے کہ سر پر پاؤں یا ٹانگیں کیونکہ CAPHALAPODS کے سر پر TENTACLES یعنی ڈنگ قسم کی چیز ہوتی ہے۔

کئی لوگوں نے اس کے بارے میں بیان کیا ہے جن میں ایک ROMAN PLINY ہیں جو ایک CAPHALAPODS کے بارے میں بیان کرتے ہیں جس کا وزن سات سو پونڈ تھا۔ یہ جانور ہر روز رات کو کنارے پر آتا تھا اور ایک تالاب میں سے جس میں ماہی گیر اپنی پکڑی ہوئی مچھلیاں رکھتے تھے، مچھلیاں کھاتا تھا اور جب اس کو حفاظت کرنے والے گتے روکتے تھے تو وہ ان کو اپنے درخت کے تنے کی طرح کی TENTACLES سے مار بھگاتا تھا لیکن آخر کار اس کو HARPOONED سے مار اگیا۔ پھر جب اسکی پیمائش کی گئی تو اس کا بازو ۳۰ فٹ لمبا تھا اور اس کا سر اتنا بڑا تھا جتنا بڑا کہ ۹۰ گیلن بیرل کا ڈبہ یا ڈرم ہوتا ہے۔

سمندری پانی کی معدنی دولت

سمندر کا پانی ایک ایسا محلول ہے جس میں کئی معدنیات حل ہیں اسی لئے سمندر کے پانی کو بھاری پانی کہتے ہیں۔ ان معدنیات میں سے خاص خاص معدنیات یہ ہیں۔ کلورائید، سلفیٹ، سوڈیم، میگنیشیم، پوٹاشیم۔

اس محلول کی خاص بات یہ ہے کہ اگر جگہ کی تبدیلی سے سمندر کے پانی میں نمک کم یا زیادہ ہوتا ہے تو بیشک ہو لیکن ان معدنیات کی RATIO برابر ہی رہتی ہے۔

ان تمام معدنیات کو جو سمندر کے پانی میں پائی جاتی ہیں SALINITY کہا جاتا ہے۔

۱۸۸۴ء میں ایک محقق DITTMAR نے

۷۷ سمندری پانی کے نمونے لئے اور ان کا تجزیہ کیا اور وہی جواب دیا جو کہ پہلے محقق نے دیا تھا کہ پانی میں حل شدہ معدنیات کی RATIO تقریباً برابر ہی ہوتی ہے جگہ جگہ کے پانی میں فرق نہیں پڑے گا۔

سمندری پانی کا درجہ حرارت

سمندری پانی کی دوسری خاص PHYSICALLY اہمیت اس پانی کا درجہ حرارت ہے OCEANOGRAPHER ان دو باتوں میں بہت دلچسپی لیتے ہیں اوّل پانی کا درجۂ حرارت دوم اس کی SALINITY - SALINITY کی وجہ سے اس کے پانی کی پہچان کی جاتی ہے اور درجۂ حرارت کی مدد سے پانی کی گہرائی کا اندازہ لگایا جاتا ہے جس کا پیمانہ کلوگرام فی کیوبک میٹر ہے۔ سمندر کی اوپر کی سطح پر فارمولا یہ ہوگا $1021.00\ KG/m^3$ - دس ہزار میٹر گہرائی پر فارمولا یہ ہوگا $1070.00\ KG/m^3$ - OCEANOGRAPHER اپنی آسانی کے لئے چار الفاظ استعمال کرتے ہیں وہ یہ ہیں O.S.T.P.

- O.S.T.P. = DENSITY - 1000

ان کے علاوہ کچھ اور خصوصیات بھی ہوتی ہیں جو کہ پانی کو IDENTIFY کرنے کے لئے ضروری ہوتی ہیں جن میں شامل آکسیجن کی مقدار، حل شدہ فاسفیٹ، SILT, PLANKTON وغیرہ۔ (والباقی باقی)

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ (الحدیث)

بقیہ یادِ رفتگاں

ایسے آواز سے ہی پہچان جاتے تھے۔ ہمیشہ رو کر کہتے میرے انجام بخیر کی ضرور دعا کرنا۔ خود بھی ہر وقت یہی الفاظ ان کی زبان پر رہتے۔ اللہ تعالیٰ نے فضل کیا۔ پانچ سال تک مزید زندہ رہے۔ لیکن آخر بلاوا آگیا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔
جب آخری دیدار کرنے گئی تو آپا آمنہ محترمہ کے یہ الفاظ "تمہارے دونوں ابا تمہیں چھوڑ گئے"۔ سن کر میرا دل قابو سے باہر ہو گیا اور بے اختیار آنسو رواں ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین

Monthly KHALID RABWAH
Regd. No. L5830